0.8072

صبح امید

ایڈیٹر - پنڈت برج نرائن چکبست

دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء

رفتار قوم

ایڈیٹر

باہتمام پنڈت کشن پرشاد کول

ہندوستانی پریس نظیر آباد لکھنؤ میں چھپکر شایع ہوا

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ بالعموم ہر ماہ کے اول ہفتہ میں شائع ہوا کرے گا۔

(۲) سالانہ چندہ پیشگی بلا محصول چار روپیہ ہے سال بھر سے کم کے لیے کسی خریدار کے نام رسالہ جاری نہیں کیا جائیگا شائقین ایک سال کے لیے پیشگی قیمت ۶ ہی جو اگر بذریعہ ٹکٹ ڈاک بھیجی جائیگی نمونہ کا پرچہ مفت روانہ نہیں کیا جائیگا

(۳) جملہ خط و کتابت متعلق مضامین بنام ایڈیٹر صبح امید ہونا چاہیے۔ نامناسب کوئی مضمون جیسے کہ وہ میں ہی پیش نیا جائیگا بلکہ منظوری کے بعد درج رسالہ ہوگا جس مضمون کو ایڈیٹر نا پسند کریگی اسکی واپسی کی ذمہ داری نہیں ہی جاتی۔ مضامین خوشخط ہوں اور فلسکیپ پیپر کے ایک ہی طرف لکھے جائیں۔

(۴) جملہ خط و کتابت متعلق اشتہارات خریداری شامل نمونہ وغیرہ و نیز ترسیل زرچندہ اجرت اشتہارات بنام مینیجر صبح امید ہونا چاہیے۔ جواب طلب خطوط کے لیے جوابی کارڈ آنا چاہیے۔

(۵) خریداران صبح امید کو اپنا نام اور پتہ خوشخط لکھنا چاہیے اگر زرچندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا جائے تو کوپن پر "صبح امید" کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

(۶) کسی ماہ کا رسالہ نہ پہونچنے کی شکایت اسی ماہ کے اندر آنا چاہیے ورنہ دفتر اسکا ذمہ دار نہ ہوگا۔

شرح اجرت اشتہارات

	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ایک صفحہ	مدعہ	للعہ	دعہ	عہ
نصف صفحہ	للعہ	بیعہ	دعہ	ے
¼ صفحہ	دعہ	بعہ	لعہ	للعہ

(۱) پیشگی اجرت وصول ہوئے بغیر کوئی اشتہار شائع نہیں کیا جائیگا۔

(۲) اشتہار دہندگان کو مدت معین کے اندر اشتہار تبدیل کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

(۳) واو پیر کا پی صرف ان اشتہار دہندگان کو مفت نذر کیجائے گی جو کم از کم چھ ماہ کے واسطے اپنا اشتہار درج کرائیں گے۔

(۴) مختصر اشتہارات بشرح ۱ فی سطر درج کیے جائیں گے لیکن اس قسم کا کوئی ایسا اشتہار کہ جسکی اجرت دو روپیہ سے کم ہوگی بابت اشتہارات قبول نہیں کیا جائے گا۔

(۵) اشتہارات کی عبارت مہذب ہونا چاہیے۔

مینیجر "صبح امید"
امین الدولہ پارک۔ لکھنؤ

رفتار قوم

لڑائی کے ڈراما کا آخری پردہ

غریب ہندوستان کی آنکھیں یورپ کی عالمگیر جنگ کا ڈراما دیکھتے دیکھتے تھک گئی ہین مگر کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ اس ڈراما کا آخری پردہ اسقدر قریب ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ جرمنی کی فوجین فرانس اور بلجیم کے سبزہ زارون کو پامال کر رہی تھین لیکن دیکھتے ہی دیکھتے ہوا کا رخ ایسا بدلا کہ میدان جنگ کا طبقہ الٹ گیا۔ آسٹریا اور جرمنی کو صرف لڑائی ہی مین شکست فاش نصیب نہین ہوئی بلکہ دونون سلطنتون کا شیرازہ درہم برہم ہوگیا۔ آسٹریا کا فرمانروا تخت و تاج چھوڑ کر روپوش ہے۔ جرمنی کی خاک قیصر کے قدمون کا بوجھ اٹھانے کے لیے تیار نہین ہے اور وہ ہالینڈ کی سلطنت کے دامن مین پناہ لے رہا ہے۔ جن آزادی و جمہوریت کی امنگون کو قیصر نے شخصی حکومت کے جنون مین رعایا کے دلون مین برسون سے بار رکھا تھا وہ طوفان بن کر امڈ آئی ہین اور ملک کے چپے چپے کو تہ و بالا کر رہی ہین۔ یہ پولٹیکل انقلاب محض جرمنی کے لیے نہین بلکہ ساری دنیا کے لیے قابل غور و قابل عبرت ہے۔ اس آندھی کے جھونکے مین یورپ کے اکثر فرمانروا ؤن کے سرون سے تاج اسطرح اڑ گئے جس طرح ہوا کے زور مین خزان رسیدہ پتے اڑ جاتے ہین۔ ہندوستان کی سرزمین اس آندھی کے گرد و غبار سے پاک ہے مگر آزادی و جمہوریت کی ہوا یہان بھی نیا رنگ پیدا کر رہی ہے ہمارے اہل وطن یہ محسوس کر رہے ہین کہ یہ جنگ محض دو سلطنتون کی لڑائی نہ تھی بلکہ اسکے پردے مین دنیا کے سامنے دو طرح کے اخلاقی و قومی اصولون کی فتح و شکست کا امتحان ہو رہا تھا۔ جس اصول کو فتح نصیب ہوئی ہے وہ آزادی و جمہوریت کا اصول ہے۔ پھر کوئی وجہ نہین کہ ہندوستان کے نظام سلطنت

کی تاریکی میں اس اصول کی روشنی کا گذر نہو۔

قومی خودپرستی

یورپ میں کچھ عرصہ سے اس خلاقی فلسفہ کی تلقین ہو رہی تھی کہ دنیا کی کشاکش حیات میں قومی آسائش و ترقی کے قیام و نشو و نما کے لیے انسان کو حیوانات کی زندگی سے سبق لینا چاہیے۔ حیوانات کی جماعت میں وہی افراد زندہ اور قائم رہتے ہیں جنکے رگ و پٹھے مضبوط ہوتے ہیں۔ جو افراد ضعیف اور کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے قومی ہمجنسوں کا مقابلہ نہین کر سکتے اُنکے لیے سوائے فنا ہو جانے کے کوئی چارہ باقی نہین رہتا۔ نہ اُنکی مدد کے لیے شفاخانے اور محتاج خانے ہوتے ہین نہ اُنکی حفاظت کے لیے پولیس ہوتا ہے۔ حیوانی زندگی کے اس اصول کو دیکھتے ہوے یہ کہا جاتا تھا کہ زبردست اور ترقی یافتہ قومون کے مقابلہ مین شکستہ حال یا چھوٹی بساط کی قومون کو زندہ رہنے کا یا آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا کوئی حق حاصل نہین ہے جرمنی کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اسکی قومی زندگی کے معیار کی بنیاد اسی اصول پر تھی۔ اہل جرمنی کا یہ خیال تھا کہ علمی ترقی اور دنیاوی زور و زر کے لحاظ سے اُنکی قوم دنیا کی تمام قومون سے بالاتر ہے۔ لہذا دنیا کی دوسری قومون کو جو کہ کم مایہ اور ضعیف تر ہین قانون قدرت کے موافق جرمنی کے مقابلہ مین سر اُٹھانے کی گنجایش نہ ہونا چاہیے۔ جرمنی کے ایک فلسفی کا یہ مقولہ تھا کہ جرمنی کے سامنے دو ہی راستے ہین یا تو جرمن قوم کو ساری دنیا پر حاوی ہو جانا چاہیے یا سرنگون ہو کر رہنا چاہیے یہ قومی خودپرستی بہت کچھ اس لڑائی کے لیے ذمہ دار خیال کی جاتی ہے۔

قومی آزادی

برخلاف اسکے قومی زندگی کا دوسرا قدیم تر اصول یہ تھا کہ انسانی سوسائٹی کی نشو و نما کا معیار خودپرستی سے الگ ہے۔ جن قومون کے لیے پولٹیکل اسوشل زوال کیوجہ سے یا اور کسی قسم کی بے مائگی کے سبب سے آزادی و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے ذرائع محدود ہین وہ محض فنا ہونے کے لیے دنیا مین باقی نہین ہین۔ برعکس اسکے انسانی تہذیب کا مآل کار یہ ہے کہ ایسی کم مایہ قومون کی دستگیری کیجائے اُنھین بھی نشو و نما کا موقع دیا جائے تاکہ وہ بھی زندگی کا پورے طور سے حق ادا کر سکین۔ انگلستان۔ امریکہ اور فرانس اپنے تئین اس اصول کا معاون خیال کرتے تھے

اوران قومون کے مدبرون کا مقولہ یہ تھا کہ وہ قومی خود پرستی کے اصول کی شکست اور آزادی و جمہوریت کے اصول کی فتح کے لیے لڑائی مین شریک ہوے ہین۔ اگر جرمنی کا سر نیچا نہوتا تو یہ لازمی تھا کہ قومی خود پرستی کا اصول بہت کچھ فروغ پاتا مگر ہزارون بیگناہون کے خون کا صلہ اگر دنیا کو کچھ ملا ہے تو صرف اسقدر ہے کہ آزادی اور جمہوریت کے اصول کی فتح ہوئی۔ پریسیڈنٹ ولسن نے قومی آزادی کی تلقین نہایت بلند آوازسے کی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ انکی روشن خیالی کی چمک صرف یورپ تک محدود رہتی ہے یا ہندوستان مین بھی اسکی جھلک دکھائی دیتی ہے ہندوستان کے سپوتون نے اس لڑائی کے سر کرنے مین جو جان و مال کا سرمایہ فدا کیا ہے اسکا حال دنیا پر ظاہر ہے زیادہ خوشی کا مقام یہ ہے کہ انگلستان کے وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج نے اپنی تقریرون مین اس جنگ کی کامیابی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نوآبادیون کے ساتھ ہندوستان کا نام بھی لیا ہے ایسی حالت مین اگر اہل ہند انگلستان کے آزادی پسند مدبرسے یہ کہین تو بیجا نہین ہے کہ ؎

گل پھینکے ہے غیرون کی طرف بلکہ ثمر بھی
او خانہ بر انداز جفا کچھ تو ادھر بھی

سر ایس پی سنہا

صلح کی کانفرنس مین سر ایس پی۔ سنہا کی شرکت ہندوستان کے لیے باعث اطمینان اور انگلستان کے لیے باعث فخر ہے انگریزی حکومت کی تاریخ مین یہ پہلا واقعہ ہے جبکہ عملی حیثیت سے اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ ہندوستان محض دولت برطانیہ کا غلام نہین ہے بلکہ نوآبادیون کی طرح سلطنت کا بازو ہے سر ایس پی سنہا نے اسوقت تک قومی نیابت کا حق جس آزادی اور قومی ہمدردی کے ساتھ ادا کیا ہے اُسے دیکھتے ہوے ہمکو کافی امید ہے کہ وہ اس عظیم موقع پر بھی اپنی غیر معمولی ذہانت اور معاملہ فہمی کا پورا ثبوت دینگے۔ ملک کے سنجیدہ خیالی لوگ مسٹر سنہا کی تقرری سے خوش ہین۔ کچھ بزرگ ایسے بھی ہین جو اپنے خیالات کی پرواز سے مجبور ہین اور وہ اس حبیب وطن کی نیابت سے خوش نہین ہین۔ خدا ان لوگون کی ہمت کو برکت دے۔ سوائے اس کے اور کیا کہا جائے۔

ماڈریٹ کانفرنس

ہندوستان کے اعتدال پسند فرقہ کی کانفرنس بمبئی مین باوجود آب و ہوا کی
خرابی کے کافی کامیابی کے ساتھ ہوئی- ہمین کلام نہین کہ جو رہنمایان
قوم اس کانفرنس کے بانی تھے اُنکے گو تعداد کے لحاظ سے تعلیم یافتہ طبقے مین فریق ثانی کے مقابلہ مین
کم ہین- مگر جو قومی فرض انہین ادا کرنا تھا وُہ اُنھون نے ادا کر دیا- اگر مسٹر بولک مسٹر پرمنرے مکڈانلڈ وغیرہ
کا یہ خیال صحیح ہے کہ جس بے اعتنائی سے اصلاحات کے اسکیم کا استقبال ہمارے تعجیل پسند فرقہ کے
لیڈرون نے کیا ہے اس سے یہ اندیشہ ہے کہ مسٹر مانٹیگو کی تمام محنت پر پانی پھر جائیگی تو ایسی حالت مین
ماڈریٹ کانفرنس کی منظور شدہ تجاویز کا اثر جمہور انگلستان پر اچھا پڑیگا- اُنکو یہ کہنے کا موقع نہ باقی رہیگا
کہ ایک طرف تو ہندوستان کے قدیم نکوار لارڈ سڈنہم صاحب اپنی امت کے ساتھ اس اسکیم کی دھجیاں
اڑا رہے ہین- دوسری طرف مسٹر تلک مسز بسنٹ اور ڈاکٹر سبرامنی آئر اسے قابل ترک قرار دے رہے
ہین- قومی کانگرس بھی اسے مایوسی اور بے اطمینانی کی نظر سے دیکھتی ہی لہذا ایسے اسکیم کا یہی
حشر ہونا چاہیے کہ مصرعہ

این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولی

اعتدال پسند طبقہ کی مشترکہ تائید جمہور انگلستان اور اراکین پارلیمنٹ پر یہ خبر ظاہر کر دیگی کہ کم سے کم
ہندوستان مین قومی مدبرون کا ایک ایسا با وقعت طبقہ ہے جو اصلاحات کے اسکیم کو دفتر بے معنی نہین
سمجھتا ہے بلکہ جسکا یہ خیال ہے کہ جو آزادی و جمہوریت کا پودھا مسٹر مانٹیگو نے لگایا ہے وہ کچھ
عرصہ مین بہت سے پھل پھول لائیگا- اِس طبقہ کے اراکین کی تائید کا اخلاقی اثر نظر انداز نہین
ہو سکتا- آخر مسٹر واچا اور سر سریندرا ناتھ بنرجی وہ بزرگ ہین جنکے بال قومی خدمت مین سفید ہو گئے
ہین اور جنھین ہندوستان کی قومی اور پولٹیکل زندگی کا باغبان سمجھنا چاہیے -

ماڈریٹ کانفرنس پر اعتراضات

تعجیل پسند فرقہ کے حامی ماڈریٹ کانفرنس پر دو طرح کے اعتراض
کرتے ہین جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہین- مدراس کے
مشہور اخبار ہند کو یہ شکایت ہے کہ اس کانفرنس کی تجاویز کا

ماحصل یہ ہے کہ جو کچھ اصلاحات کے اسکیم کی بدولت مل رہا ہے اعتدال پسند فرقہ اس سے بھی کم قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس اخبار کا خیال یہ ہے کہ "ماڈریٹ کانفرنس کا یہ منشا نہ تھا کہ اسکیم کی اصلاح ہو بلکہ یہ اندیشہ ظاہر کیا گیا تھا کہ ضرورت سے زیادہ ترقی کی صورت پیدا ہونے نہ پائے"۔ چنانچہ لازمی طور پر ہندو نے یہ نتیجہ نکالا کہ کانفرنس اور کانگرس مین کوئی مطابقت کی صورت نظر نہین آئی۔ برخلاف اسکے مسز بسنٹ کا اخبار نیو انڈیا یہ دیکھکر خوش ہے کہ کانفرنس اور اسپیشل کانگرس کے تجاویز مین بہت کم فرق ہے اور اس امر پر اطمینان ظاہر کرتا ہے کہ "واقعی کس پورے طریقہ سے اعتدال پسند فرقہ تعجیل پسند قوم کی راہ پر آگیا ہے"۔ اخبار مرہٹہ جو کہ مسٹر تلک کا اخبار ہے اس معاملہ مین نیو انڈیا کا ہمخیال ہے ماڈریٹ کانفرنس کے تجاویز کی اس تعبیر پر آتش کا شعر صادق آتا ہے کہ ؎

سمجھ لیتے ہین مطلب اپنے اپنے طور پر سامع
اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

نیو انڈیا اور مرہٹہ کو یہ شکایت ہے کہ ایسی حالت مین جبکہ کانفرنس کے تجاویز کانگرس سے مختلف نہین اعتدال پسند فرقہ کے سرپرست کانگرس کی شرکت سے کیون باز رہے۔ اگر واقعی نیو انڈیا اور مرہٹہ کا خیال صحیح ہے تو ہمین اُمید ہے کہ دہلی کی کانگرس مین جو تجاویز اصلاحات کے اسکیم کے بارے مین پیش ہونگی انمین اور کانفرنس کی تجاویز مین زیادہ فرق نہ ہوگا

آئینی اصلاحات کی کمیٹیان

آئینی اصلاحات کے مراتب طے کرنے کے لیے جو کمیٹیان مقرر ہوئی ہین جہان تک کہ ہندوستان عزیزان وطن کی تقرری کا تعلق ہے وہ ضرور قابل اطمینان ہے مسٹر سریندر ناتھ بنرجی۔ مسٹر سری نواس شاستری۔ ڈاکٹر تیج بہادر سپرو۔ مسٹر سیتلواد کی وطن پرستی اور قابلیت سے کسی سنجیدہ خیال شخص کو انکار نہین ہو سکتا اِن کمیٹیون کے متعلق جو خدمات مین اُنکے انجام دینے کے لیے آزاد خیالی کے ساتھ معاملہ فہمی کی بھی ضرورت ہی۔ یہ دونون جوہر اِن حضرات مین موجود ہین لیکن مسلمان حضرات کا انتخاب شکایت سے خالی نہین ہو سکتا۔

صاحبزادہ آفتاب احمد خان کی قابلیت سب پر روشن ہے مگر آپکا شمار بالفعل طبقہ حکام مین ہے اور آپ کی زبان ملک و قوم کی زبان نہین کہی جا سکتی۔ دوسرے بزرگ مولوی رحیم بخش صاحب ہین آپکے کمال سے ابھی ہندوستان کی دنیا واقف نہین ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر ان حضرات کی جگہ مسٹر حسن امام کے ایسے حبیب قوم نامزد کیے جاتے۔ سرکاری ممبرون کا انتخاب بہت کچھ قابل افسوس ہے۔ مسٹر ہیلی و مسٹر ٹامسن نے ابھی تک ہمارے وطنون کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے کہ اب کمیٹیون مین انکی محبت و ہمدردی کا امتحان کیا جاتا ہے۔ مصرعہ

تو برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

طبقہ حکام مین گورنمنٹ کو ان حضرات سے کم بدنام بزرگ آسانی سے مل سکتے تھے۔ سر فرانک سلائی بھی اگر ڈپٹی چیرمین نہ ہوتے تو اچھا تھا۔ ہم کو یہ سخت اندیشہ ہے کہ یہ حضرات ہر موقع پر اصلاح کے شربت مین نمک ملانے کے لیے تیار رہینگے۔

علیگڈھ کانفرنس گذشتہ اکتوبر مین ہمارے صوبہ کی پولیٹیکل کانفرنس کا اجلاس علیگڈھ مین کامیابی کے ساتھ ہوا۔ اصلاحات کے اسکیم کے بارے مین یہ کانفرنس اسپشل کانگریس کی ہمزبان تھی زمانہ کی ہوا کو دیکھتے ہوے ایسا ہی ہونا لازمی تھا۔ کانفرنس کے صدر نشین بابو ایشرسرن صاحب کی تقریر نہایت شستہ اور پاکیزہ لہجہ مین تھی تعجیل پسند گروہ کے خیالات کا اظہار نہایت آزادی کے ساتھ کیا گیا تھا۔ مگر کل تقریر مین ایک لفظ بھی ایسا نہ تھا جو دوسرے فریق کے لیے باعث توہین ہو۔ اِس طوفانی زمانہ مین ایسی سلامت روی قابل قدر اور قابل تقلید ہے۔ پولیٹیکل اختلافات کا ہونا قومی زندگی کی پیچیدگی اور ترقی کا ثبوت ہے مگر آپس کی زبان درازی قومی تباہی کی جڑ ہے۔ آج کل کے پولیٹیکل مباحثون کو دیکھکر اکثر یہ شعر یاد آ جاتا ہے

لگے منہ بھی چڑھانے دیتے دیتے گالیان صاحب
زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا

بابو ایشرسرن صاحب کی تقریر اس عیب سے قطعاً پاک ہے۔

کانگرس اور مسلم لیگ کا ڈپوٹیشن

کانگرس اور مسلم لیگ کی نیابت مین جو ڈپوٹیشن ولایت جانے والا تھا اسے پروانہ راہ داری دیتے ہوے

گورنمنٹ کیون جھجکتی ہے۔ کونسل عالیہ ہند کے جلاس مین مسٹر پٹیل کی تجویز کی تردید مین اس ڈپوٹیشن کے روکنے کے متعلق جو دلائل سر ولیم ونسنٹ نے پیش کیے ہین اُنکے قبول کرنے کے لیے کسی انصاف پسند شخص کا دماغ تیار نہین ہے۔ جسوقت ہوم رول لیگ کا ڈپوٹیشن آدھے راستے سے واپس کیا گیا تھا۔ اس وقت یہ عذر پیش کیا گیا تھا کہ ایسے عالم مین جبکہ انگلستان کے باشندے لڑائی کی مصیبت مین پریشان ہین ہندوستان کے فریادیون کے شور و غل سے اُنکے کانون کو صدمہ پہونچانا قرین مصلحت نہین ہے۔ یہ عذر قطعی طور سے ناقابل اطمینان تھا مگر اس زمانہ مین جبکہ لڑائی ختم ہوگئی اور جمہور انگلستان کی طبیعت بشاش ہے کوئی اس قسم کا اندیشہ پیدا ہو نہین سکتا اگر انگلستان والے اس وقت فتح کے نشہ مین اسقدر چور ہین اور اپنے انتظامی مراتب کے طے کرنے مین اسقدر مصروف ہین کہ انھین ہمارا قصہ سُننے کی تاب ہے نہ فرصت تو ڈپوٹیشن ناکام واپس آئیگا اسمین نہ انگلستان والون کا کچھ نقصان ہے نہ گورنمنٹ کا۔ اگر ہم اس بے اعتنائی کا خمیازہ اُٹھانے کے لیے تیار ہین تو سرکار دولتمدار ہمارے راستہ مین کیون حائل ہوتی ہے۔ سر ولیم ونسنٹ کو معلوم ہوگا کہ اسوقت لارڈ سڈنہم اور اُنکے "برادر شغال" ڈاکٹر نیر صاحب اصلاحات اسکیم کے تباہ کرنے کی فکر مین جمہور برطانیہ کو ہندوستان کی بابت کیسے کیسے افسانے سنا رہے ہین۔ ان جھوٹے قصون کی تردید کے لیے ہمارے نائبان قوم کی موجودگی انگلستان مین بہت ضروری ہے۔ ورنہ تنہا پیش قاضی روی راضی روی" کا مسئلہ ہمارے حریفون کے حال پر صادق آئے گا۔ آج کل دنیا کی چھوٹی بڑی قومین آزادی کا راگ گا رہی ہین اور اپنے حقوق کی وسعت اور قیام کے لیے راستہ پیدا کر رہی ہین۔ ایسے موقع پر سرکار ہند کا اپنی رعایا کے ساتھ یہ سلوک کرنا انصاف پر خاک ڈالنا ہے۔ ہمکو امید ہے کہ ہندوستان کے نائبان حکومت یا دہ بلند نظری سے کام لینگے اور ہمارے ہم وطنون کو یہ کہنے کا موقع نہ دینگے کہ ؎

میانِ حاکم و محکوم اک دیوار حائل ہے
ادھر سے آ بکیں بھی اُدھر جاتی تو مشکل ہے

آئینی اصلاحات پر لالہ لاجپت کی رائے

لارڈ سڈنہم نے مسٹر مانٹیگو کے راستے مین جو کانٹے بچھائے ہین اُنہین ایک کانٹا یہ بھی ہے کہ ہندوستان کے تعجیل پسند طبقہ کے لیڈر اصلاحات کے اسکیم کو قبول کرنے کے لیے تیار نہین ہین۔ ہمکو خوشی ہے کہ لالہ لاجپت رائے نے اخبار "نیشن" مین ایک قابل قدر مضمون لکھا ہے جسمین اصلاحات کے اسکیم کی تائید الفاظ ذیل مین کی ہے۔

"میری رائے مین لارڈ چیمسفورڈ اور مسٹر مانٹیگو نے اصلاحات کا اسکیم پیش کرنے سے سلطنت برطانیہ کے ساتھ نہایت اعلیٰ درجہ کا سلوک کیا ہے ان حضرات کی تجاویز کے اچھے اور بُرے پہلو جو کچھ ہون مگر اسمین کلام نہین کہ اُنکی رپورٹ کا بالفعل اثر نظر آتا ہے کہ ہندوستان کے قوم پرست مایوسی و ناامیدی کی تحت الثریٰ سے اُبھر کر امید اور عقیدت کی بلندی پر پہونچ گئے ہین۔"

لارڈ سڈنہم کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس شیر دل اور شیر مرد حبیب وطن کا شمار بھی تعجیل پسند فرقہ مین ہے۔

عورتون کا ووٹ

اسوقت آئینی اصلاحات کی کمیٹی کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ نئی کونسلون کے ممبرون کے انتخاب کے لیے کس کس طبقہ کے لوگون کو ووٹ دینے کے اختیار دیا جائے۔ ہماری رائے مین عورتون کو اس حق سے محروم نہ کرنا چاہیے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عورتین عام طور سے تعلیم یافتہ نہین ہین تو اسکا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ جن کاشتکارون کو ووٹ دینے کا حق دیا جاتا ہے وہ بھی تعلیم و تربیت کی نعمت سے محروم ہین۔ یہ عذر کہ پردہ نشینی عورتون کے راستہ مین حائل ہے بہت زیادہ قابل سماعت نہین ہے۔ اگر سو عورتون مین دو بھی اپنی رائے دینے کے لیے

یتا رہین توکوئی وجہ نہین ہے کہ وہ اپنا پولیٹیکل فرض ادا کرنے سے باز رکھی جائین۔ یہ کہنا کہ عورتین اس حق کے حاصل کرنے کے لیے خود اپنی آواز بلند نہین کرتی ہین زیادہ باوقعت دلیل نہین ہے۔ جن کاشتکارون کو ووٹ دینے کا اختیار دیا جا رہا ہے وہ اس معاملہ مین عورتون سے زیادہ باخبر نہین ہین۔ علاوہ برین اگر یہی منطق مان لیا جائے تو عورتون کی تعلیم کے لیے اسکول بھی نہ کھولنا چاہیے کیونکہ اُن کی طرف سے تعلیم کے لیے کوئی باضابطہ تقاضا نہین ہے۔ اصل یہ ہے کہ جس وقت عورتون کو ووٹ دینے کا اختیار حاصل ہو جائیگا اُنکو قدرتی طور پر پولیٹیکل معاملات مین دلچسپی پیدا ہو جائیگی اور ممبرون کے انتخاب کے متعلق جو پولیٹیکل مباحثے چھڑین گے وہ اُن کے لیے پولیٹیکل شوق پر تازیانہ کا کام کرین گے ہمین اندیشہ ہے تو اسقدر کہ ہمارے اکثر عزیزان وطن اپنی بیویون اور بہنون کے ووٹ کو اپنا ووٹ نہ کر لین اور ان پردہ نشینون کے پردے مین اپنی ذاتی رائے کو ناجائز فروغ دینے کی کوشش نہ کرین مگر یہ بھی کب تک۔

انقلاب فرنگ

اِس عالمگیر طوفان جنگ کا تذکرہ کرتے ہوے کہ جو ابھی دنیا پر سے گذر کے گیا ہے خواہ مخواہ
ہمارا دھیان اُس دور انقلاب کی جانب جاتا ہے کہ جس نے سو برس قبل یورپ کے شیرازے کو اسی طرح
درہم برہم کیا تھا۔ دونوں کچھ اس طرح مشابہ ہین کہ ایک کا تذکرہ کیجیے تو دوسرے کا دھیان آنا لازمی
ہے ۱۸۱۵ء مین یورپ مین اس وجہ سے سخت ہنگامہ برپا ہوا کہ نپولین چاہتا تھا کہ تمام یورپ اسکا مطیع
اور غلام بنکر رہے۔ سنہ ۱۹۱۴ء مین قیصر ولیم نے تمام دنیا کی فتح کرنے کا خواب دیکھا اور چاہا کہ جرمنی
ہی کی فتح و نصرت کا ڈنکا چار دانگ عالم مین بجے۔ نپولین۔ روس۔ اٹلی۔ پرشیا۔ آسٹریا سب کو
یکے بادیگرے پامال کرتا ہوا انگلستان کے ساحل تک تقریباً جا پہونچا تھا کہ تقدیر نے پلٹا کھایا
اور بقیہ عمر جلا وطنی اور سرگردانی مین بسر ہوئی قیصر ولیم نے نپولین کے فتوحات کو شرما دیا اور دنیا کا کوئی
حصہ نہین کہ جہان اُسکے بدبۂ عالمگیری کا سکہ جم گیا ہو لیکن مقدر کچھ اور تھا پیرس کے دروازے سے
لوٹنا پڑا اور جلا وطن ہو کر در در کی خاک چھاننی پڑی۔ دونون ہنگامے بلا کے قیامت خیز اور عالمگیر تھے
کہ جسقدر خلائق خدا کی خونریزی اور تباہی اس آخری ہنگامہ مین ہوئی اسکی مثال دنیا کی تاریخ مین
غالباً اور نہ ملیگی۔ نپولین پر قابو پانے کے بعد یورپ اپنی انتہائی کوشش و قوت صرف کرکے تھکا و
ماندہ امن امن پکار رہا تھا اور زبردستی، اور جنگجوئی سے توبہ کرکے یہ نیت باندھی گئی تھی کہ آیندہ سے
انصاف اور حق شناسی کا چلن اختیار کیا جائیگا تاکہ یورپ کے امن و امان مین پھر کبھی خلل نہ پڑے آج
بھی دول یورپ قیصر جرمن اور جرمنی کو زیر کرکے انصاف کی دہائی دے رہے ہین کہ للہ اب کبھی جنگ

نام نہ لین گے اور ایسا بھائی چارہ قائم کرین گے کہ لڑنا بھڑنا غیر ممکن ہو جائے۔ جنگجوئی اور ملک گیری
خود سری اور زبردستی کا سودا ہمارے سرون سے اب قطعی نکل جائیگا اور تا ابد صرف قومیت اور جمہوریت
ہی کی قسمین کھایا کرینگے۔ دول فرنگ نے ۱۸۱۵ء کی صلح[1] کے بعد سے ۱۹۱۴ء کے ہنگامہ برپا ہونے
تک اپنی نیک نیتی کا کس طرح ثبوت دیا یا کس طرح توڑ شکنی کی پچھلی صدی کی تاریخ کا ہر صفحہ ہزار زبان سے
اسکی شہادت دے رہا ہے اسکے بیان کی حاجت نہین۔ آج جو پھر نیتین باندھی جا رہی ہین اور امن و
آزادی کا چرچا ہو رہا ہے یہ نئے دور مین خلائق عامہ کے لیے کہانتک نعمت یا برکت ثابت ہوگا اسکے بارے
مین کچھ وثوق سے کہنا یا کوئی پیشینگوئی کرنا قطعی عبث اور غیر ممکن ہے اس مضمون کی غرض صرف اسقدر ہے
کہ ہنگامہ یورپ کے آخری سین پر ایک سرسری نظر ڈالکر یورپ کے موجودہ نقشہ کا خاکہ مختصراً ناظرین کے روبرو کھینچدیا
جاوے تاکہ جس وقت صلح کی کانفرنس کے بعد دنیا کی قومین چولا بدلکر سامنے آئین تو انکے خط و خال پہچاننے مین زیادہ
دشواری نہو ماسوا اسکے نیت اور ارادون کا پتہ چلانا بھی اس غرض سے قطعی ضروری ہے کہ صلح کی کانفرنس مین
جو کچھ کہین سنین اسکے سمجھنے اور صحیح صحیح اندازہ کرنے مین خواہ مخواہ دھوکا نہو اور آئندہ دور کی امیدون اور خطرات
کے بارے مین پھر کچھ وثوق سے کہا جا سکے۔

چھ مہینے مشکل سے گذرے ہین کہ قیصر روس اور اٹلی کو تباہ کرکے فلانڈرس کے سبزہ زارون کو اپنی
جرار فوجون سے پامال کرتا ہوا پیرس کے دروازے تک پہونچ کر ملکہ فرانس پر گولہ باری کر رہا تھا اور اہل
برطانیہ واٹرلو[1] کے تاریخی واقعے کو یاد کرکے بلوکر[2] کے نمودار ہونے اور پیام زیست دینے کے بیتابی سے منتظر تھے
خدا کی شان جبکہ دنیا کا کلیجہ قیصر کی آخری فتح کی خبر سننے کے خوف سے دھڑک رہا تھا اور خود اہل برطانیہ
قریب قریب مایوس ہوکر بدحواس ہو رہے تھے بلوکر امریکہ کی فوجون کی شکل اور جنرل فوش کی شخصیت
کی شکل مین نمودار ہوا اور پھر وہ معجزہ دیکھنے مین آیا جسنے واٹرلو کے یادگار واقعے کو بھی ماند کر دیا قیصر کو پے در پے
شکستین کھانی پڑین۔ ۳ ماہ مین اسکے قدم اکھڑ گئے فرانس اور بلجیم کا ساحل دشمنون کی فوجون سے خالی ہونے لگا

---

[1] جنگ واٹرلو مین نپولین کو بالآخر شکست فاش ہوئی تھی۔
[2] بلوکر پرشین جنرل کہ جسنے بڑے نازک وقت پر میدان واٹرلو مین انگریزون کو مدد پہونچائی تھی۔

اور جرمنی عایا صورت معاملہ کے بگڑنے سے بے چین اور بدگمان ہونے لگی۔ ادھر عراق عرب مین انگریزی فتوحات نے ٹرکی کی کمر توڑ دی اور مقدونیہ کے حملے نے بلغاریہ کے ہوش و حواس یگانہ بنے دیے۔ پہلے بلغاریہ نے ہتھیار ڈالے۔ پھر ٹرکی صلح جوئی پر مجبور ہوئی۔ آسٹریا اور جرمنی مین انقلاب اپنی بھیانک شکل مین نمودار ہو چکا تھا قیصر اور نکارل کرتے تو کیا کرتے پورا امید شکل سے گذر رہا ہوگا کہ تختہ الٹ گیا اور دشمنون نے امان مانگی اور اُس قیامت خیز ہنگامہ کا کہ جس سے تمام دنیا عاجز آرہی تھی بالآخر خاتمہ ہوا۔ جس اچانک طریقہ سے یہ ہنگامہ برپا ہوا تھا اسی طرح سے بے سان و گمان ایکدم رفع دفع بھی ہوگیا۔ لڑائی کے اس خاتمہ کو حق و انصاف کی فتح کا شہرا شبہ نہین کہ جنرل فوش کے سر رہا لیکن امریکہ کی فوجی مدد اور انگریزی بحری بیڑے کی کمال مستعدی اور فرانسیسی اور انگریزی قوم کی ہمت اور مستقل مزاجی کا اسین شامل نہ کرنا کمال حق ناشناسی ہوگی۔ بایں ہمہ یہ ماننا پڑیگا کہ جرمنی اور آسٹریا کے اندرونی انقلاب نے بھی جنگ کے اس طرح ختم ہونے مین بہت کچھ مدد دی کہ جسکا اندازہ ابھی بہت سے لوگ صحیح صحیح نہین کرتے۔ التوا‌ے جنگ کے شرائط کا بیان کرنا محض طوالت ہوگی صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ جرمنی قطعی بے دست و پا کر دی گئی ہے۔ انگریزی اور فرانسیسی فوجین حدود جرمنی مین دریا‌ے رائین کے کنارے ناکہ بندی کیے پڑی ہین جرمنی کا بحری بیڑا نہر کیل سے نکل کر برٹش گرانڈ فلیٹ کے قبضہ اور قابو مین ہے آسٹریا مین حلیفون کی سپاہ وائنا کی طرف قدم بڑھا‌ے جا رہی ہے اور انگریزی جنگی جہاز دانیال سے گذر کر ابنا‌ے باسفورس مین قسطنطنیہ کے سامنے لنگر ڈالے پڑے ہین۔ مختصراً یہ کہ آسٹریا اور جرمنی کو اس طرح شکنجہ مین کس لیا گیا ہے کہ اگر جرمنی انتہائی کوشش بھی پھر ہاتھ پیر پھیلانے کی کرے تو جنبش نہین کر سکتی۔ اسی وجہ سے اس التوا‌ے جنگ کو اختتام جنگ کہا جاتا ہے۔

فرانسیسی انقلاب اور نپولین کے دور فتوحات کے بعد ۱۸۱۵ء مین دول فرنگ نے یکجا ہو کر جو خاکہ یورپ کے نقشہ کا کھینچا تھا وہ علاوہ تھوڑے بہت رد و بدل کے تقریباً ۵۰ برس تک قائم رہ سکا لیکن ۱۸۶۰ء اور ۱۸۷۰ء کے درمیان جو سنگین لڑائیاں اٹلی اور آسٹریا۔ آسٹریا اور جرمنی۔ اور جرمنی اور فرانس مین ہوئین اُنھون نے پھر ایکبار یورپ کے نقشہ کی شکل قطعی

بدل دی اور اس پچھلی ایک صدی مین یہ پہلا مرتبہ ہوگا کہ آیندہ صلح کی کانفرنس کے بعد یورپ کی شکل اس طرح بدل جاویگی کہ پہچاننا مشکل ہوگا آیندہ یورپ کے نقشہ کا خاکہ کیا ہوگا اور اس مین کیا کیا تبدیلیان ہونگی اس پر اسوقت قطعی رائے دینا قبل از وقت ہے - البتہ ایسی بعض صورتین جو آیندہ نمایان ہونے والی ہین انکا اندازہ اسوقت بھی کیا جاسکتا ہے اور اس خیال سے کہ آنے والی تبدیلیون کے سمجھنے مین اس سے مدد ملیگی ہم مختصراً انکا تذکرہ یہان کرتے ہین -

سب سے زیادہ یقینی تبدیلی جو یورپ کے نقشہ مین ہوتی نظر آتی ہے یہ ہے کہ ریاست پولینڈ پھر ایک دفعہ خود مختارانہ حیثیت سے وسط یورپ مین نمودار ہوگی - ایک زمانہ تھا کہ جسے ابھی دو صدی سے بھی کم گذرے ہونگے کہ پولینڈ کے عروج کا آفتاب نصف النہار پر تھا لیکن وائے نصیب کہ اسے روس کے سے زبردست اور خود سر پڑوسی سے پالا پڑا کہ جس نے رفتہ رفتہ ملک گیری کے جوش مین صرف اس ملک اور ریاست کو تباہ کیا بلکہ اسکی قومیت کے برباد کرنے اور مٹانے مین بھی کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا وہ وقت آیا کہ آسٹریا - پرشیا اور روس نے مل کر اس غریب کے تین حصہ کر کے آپس مین تقسیم کر لیا اور صرف وہ صوبہ کہ جو روس کے حصہ مین آیا پولینڈ کے نام سے قائم رہ سکا پچھلی صدی مین اس غریب نے ہتیلی پر جان لیکر دو مرتبہ اپنی ہتھکڑیان کاٹنے کی کوشش کی لیکن قسمت سے چارہ نہ تھا ہر مرتبہ اسکی زنجیرین سخت ہی ہوتی گئین اور ۱۸۶۳ء کے بعد پولینڈ کا نام ہی نام رہ گیا - اس جنگ مین جب روس تباہ ہوا تو قیصر نے وارسا مین داخل ہو کر اپنا قبضہ کیا لیکن ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ اس سخت جان کو ابھی اور جینا ہے اور اغلب ہے کہ دن پھرین - جرمنی مین انقلاب ہوتے ہی پولینڈ نے پھر کروٹ بدلی اور قیصر کے فرار ہوتے ہوتے وہان اب پولینڈ ریپبلک قائم ہونے کا اعلان ہو چکا ہے امریکہ - فرانس اور انگلستان کا دعوی ہے کہ وہ چھوٹی ریاستون اور قومون کے حامی اور طرفدار ہین - علاوہ برین جرمنی اور آسٹریا کی قوت و ثروت کا کم کرنا قرین مصلحت سمجھا جاویگا لہذا پولینڈ کی ریپبلک صرف خود مختارانہ حیثیت سے ایک مرتبہ پھر قائم رہ سکیگی بلکہ اغلب ہے کہ وہ حصے بھی کہ جو آسٹریا اور جرمنی کے قبضہ مین عرصہ سے چلے آتے ہین واپس ملجائینگے اور پولینڈ

یورپ کی قوموں میں پھر اپنا سر بلند کر سکے گا۔

آسٹریا کا شیرازہ تتر بتر ہوتے ہی ہنگری نے بھی اپنی علیحدہ ریپبلک قائم کرنیکا اعلان کر دیا ہے۔ آسٹریا میں جرمن اور ہنگری میں میگیار قوم بستی ہے لیکن آسٹریا کی زبردستی سے اس میگیار قوم کو خواہ مخواہ اپنا مطیع بنا رکھا تھا۔ گو ہنگری کو اس وقت بھی اندرونی معاملات میں ایک حد تک خود مختاری حاصل تھی اور اسکا پارلیمنٹ جداگانہ تھا لیکن تمام بیرونی اور شاہی معاملات کے لحاظ سے اسکا شمار آسٹریا کی سلطنت میں ہی کیا جاتا تھا۔ ہنگری کے میگیاروں نے اس موقع کو غنیمت جان کر اپنی رہائی حاصل کی اور اغلب ہے کہ وہی وجوہ کہ جو پولینڈ کی خودمختاری کی حمایت کرینگے صلح کی کانفرنس میں ہنگری کے بھی آڑے آئینگے اور دول فرنگ کی ہمیت پڑیگی اور نہ طبیعت چاہیگی کہ وہ ہنگری کو پھر ایکمرتبہ آسٹریا کے حوالے کریں۔

السیس لارین کا فرانس کو واپس ملنا تیسرا یقینی امر ہے۔ یہ فرانس کی قدیم سرحد تھی لیکن جب ۱۸۷۰ء میں فرانس نے سیڈان پر جرمنی کے آگے ہتھیار ڈالدیے تو السیس لارین جرمنی کے قبضہ میں چلا گیا۔ فرانس اسیوقت سے اسپر خار کھائے بیٹھا تھا اور اسکا یہ زخم ابھی مندمل ہونے پایا تھا لہذا جسوقت فرانس اس موجودہ ہنگامہ میں شریک ہوا اسوقت سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ اگر نصیبت فرانس کے ہاتھ رہی تو السیس لارین واپس ملیگا۔ اب جبکہ مارشل فوش نے جرمنی سے ہتھیار ڈلوا لیے تو کس کی ہمت ہے کہ السیس لارین کی واپسی پر چون و چرا کرے۔

اٹلی اور آسٹریا کا ڈانڈا امینڈا آج ایک صدی سے زائد سے چلا آتا ہے دو نسلوں کی متواتر کوشش نے بالآخر ۱۸۶۶ء میں اٹلی کو آسٹریا کے پنجہ سے رہائی دلائی اور متحدہ اٹلی کا ارمان پورا ہو سکا لیکن پھر بھی بحر اڈریاٹک کے ساحل پر ایک حصہ ملک کا کہ جسمیں اطالوی آبادی بکثرت بستی ہے ابھی ایسا باقی رہ گیا تھا کہ جو آسٹریا کے قبضہ میں تھا۔ شہنشاہ کارل کے روپوش ہونے اور سلطنت کے شیرازے کے تتر بتر ہونے نے اٹلی کو موقع دیا اور ابھی چند روز سے زائد نہیں ہوے کہ یہ خبر اخبارات میں شایع ہوئی تھی کہ شاہ اٹلی ٹرول میں نہایت شان و شوکت سے داخل

ہوے اور اُن کا خیر مقدم وہان کی رعایا نے نہایت جوش و تپاک سے کیا - لہذا ٹرول اور ٹریسٹ کا اٹلی کو واپس ملنا بھی تقینی ہی سمجھا جاتا ہے -

جسطرح کہ انیسوین صدی کی تاریخ فرنگ مین سلطنت جرمنی کا عروج و اقبال اور اٹلی کے بکھرے ہوے شیرازے کا از سر نو بند ھنا اور متحد ہونا نمایان خصوصیتین ہین اسی طرح دولت عثمانیہ کی رہی سہی حشمت و ثروت کا حریفون کے ہاتھون تباہ ہونا بھی کم نمایان اور دردناک نہین - ایک زمانہ تھا کہ ترکون نے اپنے فتوحات سے اہل فرنگ کے دل ہلا دیے تھے آج وہ دن ہے کہ غریب ٹرکی کا وجود صفحۂ ہستی پر باقی رہنا مشکل اور مشکوک معلوم ہوتا ہے - یون تو دول فرنگ کی نظر مین عرصہ سے ہی ٹرکی خار کی طرح کھٹک رہی تھی اور اس کانٹے کے نکال ڈالنے کی کوششین برابر ہی جاری تھین لیکن روس سے شکست کھانے کے بعد حریفون کو اسکے تباہ کرنے کا اچھا موقع ملا و ۱۸۷۸ء مین ٹریٹی آف برلن کی رو سے حصے بخرے ہو گئے - رومانیا سرویا - مونٹیگرو آزاد طبقانی ریاستین قرار دیدی گئین اور بلغاریہ پر جو تھوڑا سا اقتدار ترکون کو حاصل تھا وہ بالآخر ۱۹۱۲ء کی جنگ بلقان مین ہاتھ سے جاتا رہا - مصر قبضہ سے تو پہلے ہی نکل چکا تھا اس جنگ مین بلاے نام تعلق بھی قطع ہو گیا اعراق عرب اور فلسطینہ کا ہاتھ سے نکل جانا کل کی بات ہے - لہذا یہ طے سمجھنا چاہیے کہ ٹرکی کی حکومت اب صرف بنا ے باسفورس کے دونون کنارون پر باقی رہ جائیگی کیونکہ مصر سے برٹش تسلط کا اٹھنا معلوم رہا اعراق عرب اور فلسطینہ سو انکو فرانس اور انگلستان مین تقسیم شدہ سمجھنا چاہیے اول تو امید نہین کہ پریسیڈنٹ ولسن اپنے اصولون کو حدود یورپ در امریکہ کے برابر بھی وسعت دینے کے لیئے تیار ہون بالفرض محال اگر کوئی اعتراض ہوا بھی تو اُسکے رد کرنے کے لیے یہ اعلان تیار ہے کہ عرب خود انگریزی اور فرانسیسی تحفظ چاہتے ہین

جن تبدیلیون کا ہم نے ابھی تذکرہ کیا ہے یہ تو یقیناً ہو کر رہینگی - لیکن خود یا تھاسے بلقان مین جدید حد بندی کس طرح ہوگی تا شریا کی زیر سلو آبادی کا کیا حشر ہوگا - جرمن نو آبادیان تا تمام جنگ مین کس طرح تقسیم ہونگی یہ ایسے امور ہین کہ جنکے بارے مین صلح کی کانفرنس کے پہلے

کوئی خیال ظاہر کرنا بے معنی ثابت ہوگا۔ خود روس اور جرمنی کا کیا حشر ہوگا اس وقت اِس بارے مین بھی کچھ وثوق سے کہنا ممکن نہین یون تو معمولی حالت مین یہ کہا جاسکتا تھا کہ دونون سلطنتین اپنی موجودہ حالت مین قائم رہ سکین گی لیکن جس حالت مین کہ وہان ایک طوفان انقلاب برپا ہے۔ قومی شیرازہ منتشر ہو رہا ہے اور بولشوزم کے ہاتھون دونون کی مٹی خراب ہو رہی ہے تو نہین کہا جاسکتا کہ دول فرنگ انکو اپنی قبل از جنگ صورت قائم رکھنے مین مدد دین گے یا نہین۔ بلکہ خطرہ تو یہی ہے کہ بولشیوزم کی روک تھام کی غرض سے شاید انکو کسی سزا کا مستحق قرار دے کر انکی رہی سہی قوت کو بھی گھٹا دیا جاوے۔

یہان تک تو ہم نے صرف اسکا تذکرہ کیا ہے کہ یورپ کے نقشہ مین کن نمایان تبدیلیون کا گمان غالب ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ وسطی یورپ مین دستور حکومت کا کیا ڈھنگ رہتا معلوم ہوتا ہے۔ پچھلے چند ہفتون مین جو انقلاب وسطی یورپ مین برپا ہوا ہے وہ جسقدر حیرتناک ہے اُسیقدر معنی خیز بھی یورپ کے چار شہنشاہان اعظم مین سے صرف ایک باقی ہے انقلاب کی اُمنڈتی لہر نے تین ایسی زبردست ہستیون کو کہ جیسے زار روس۔ قیصر جرمنی اور شہنشاہ آسٹریا آن کی آن مین اِس طرح سے مٹا دیا کہ جیسے باد سموم کا جھونکا خزان کے پتون اور خس و خاشاک کو اُڑا دیتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے تاجدار کہ جو اپنا تخت چھوڑنے پر مجبور ہوئے اُن کا شمار تو غالباً ایک درجن تک پہونچے گا۔ اسیطرح بولشیوزم[1] کا طوفان۔ بولشیوزم نے جو قیامت چند ماہ سے روس مین برپا کر رکھی ہے اُسکا تو کم و بیش حال معلوم ہی ہے مگر اسکا کسے سان و

---

[1] بولشیوزم بھی سوشلزم کی ایک قسم ہے پچھلی صدی مین جمہوری حکومت کے معنی یہ مانے گئے کہ ہر ٹکس دینے والے کو ووٹ دینے کا حق ہو اور اس طرح منتخب کیے ہوے نمایندون کی پارلیمنٹ اور کیبنٹ کے ذریعہ سے حکومت ہو۔ اب نئے دور مین جمہوری حکومت کے یہ معنی قرار دیے جا رہے ہین کہ تمام زر زمین صنعت و حرفت وغیرہ گورنمنٹ کی ملکیت ہو اور گورنمنٹ پر صرف مزدورون کسانون اور سپاہیون کا قابو ہو۔ اہل دول اہل ہنر اہل پیشہ یکدم نیست و نابود کر دیے جائین۔

گمان تھا کہ یہ آگ ایسی عالمگیر ہو کر بڑھیگی کہ آسٹریا اور جرمنی دونوں خاک میں ملا دین گے - پھر ابھی یہ نہین کہا جا سکتا کہ یہ کب بجھیگی اور کس طرح بجھیگی - اسکی چنگاریان ہالینڈ اور سوئزرلینڈ تک پہونچی ہوئی ہین اور قطعی طور سے نہین کہا جا سکتا کہ اسکا زور اب گھٹنے لگا ہے کیونکہ روس مین بھی باہمی کشت و خون کی حالت کئی ماہ بعد ظاہر ہوئی تھی - ہماری رائے مین صلح کی کانفرنس بھی اسکو فوراً نہین بجھا سکتی - بہرحال اس قدر وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ دو صورتین قائم نہین ہو سکتین - یعنی نہ تو زار و قیصر کا دور دورہ اب پھر کہین ہو سکتا ہے اور نہ بولشیوزم اپنی موجودہ صورت مین استحکام حاصل کر سکتا ہے کیونکہ جب تک تمام جمہور اور ذی ہنر اور ذی مرتبہ لوگون کے دماغی کمال ذاتی جوہر اور بل بوتے مین ایسا زمین و آسمان کا فرق رہیگا کہ جیسا اس وقت اُسوقت تک محض کسانون مزدورون اور سپاہیون کی حکومت دنیا پر اقتدار نہین جما سکتی - ماسوا برادری اور برابری کا خیال اُس خونریزی اور زبردستی کے طریقون سے بار آور نہین ہو سکتا کہ جو بولشوزم کا فی زمانہ رویہ ہے - آخرکار بولشوزم کیا صورت اختیار کریگی اور اسکا حشر کب تک ہوگا اس کا جواب زمانہ خود دیگا -

تیسرا مسئلہ کہ جو موجودہ انقلاب فرنگ کے عناصر یا اس کے نتائج مین سے سمجھا جائے - لیگ آف نیشنس قائم کرنے کا سوال ہے یہ مسئلہ نہایت جامع - دقیق اور بحث طلب ہے مضمون کے آخر مین اسکی بحث چھیڑنا یا مختصراً ہی اس پر کچھ لکھنا نہ زیبا ہے نہ ممکن ہے - لہذا ہم اُس کو آیندہ پر اٹھا رکھنے کے لیے مجبور ہین - اس وقت صرف اس قدر کہہ سکتے ہین کہ ایمان لانے سے پیشتر اپنے بتون کی حقیقت معلوم کر لینا ضروری اور واجبی ہے -

ایک نامی انگریزی مورخ نے اُس محشر خیز دور انقلاب کا حوالہ دیتے ہوے کہ جو فرانس کے ساحل سے ایک گرجتی ہوئی کالی گھٹا کی طرح اُٹھا تھا اور ایک نسل

تک تمام یورپ پر ابر محیط کی طرح چھایا رہا یون لکھا ہے کہ نپولین بوناپارٹ کو مقید کر کے سینٹ ہیلنا بھیجنے کے بعد جب دول فرنگ وائنا کی کانگرس مین جمع ہوے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یورپ کسی گہری نیند اور خواب پریشان سے چونک کر اٹھ بیٹھا ہے اور ہوش وحواس ڈھونڈ رہا ہے تاکہ خواب کی پریشانی کو دور کر کے زندگی کا ڈھرا امن وامان سے پھر چلا سکے دول فرنگ کے اس مصیبت سے چھٹکارہ پانے اور امن وامان کی زندگی بسر کرنے کی نیت کا کہان تک صحیح مرقع مورخ نے ان چند الفاظ مین کھینچا ہے اس سے تو بحث نہین لیکن یہ امر واقع ہے کہ فتح ونصرت کے گھمنڈ۔ خودسری اور غرور نخوت کے غرے اور ملک گیری کی حرص وہوس مین پھنسکر ان خدا کے بندون نے پچھلی مصیبتون کو خواب کی باتون کی طرح جلد بھلا دیا اور یورپ مین جو ایک ایسے سیاسی امن وامان کی عمارت کھڑی کرنے کی نیت باندھی گئی تھی کہ جسکی بنیادین اخلاق واتحاد حق وانصاف اور مساویت کے مضبوط اصولون پر رکھی جاوین گی وہ ٹھٹھر کر صرف ایک ایسے ڈھانچے کی شکل مین رہ گئی جسکے در و دیوار دو ہی نسل مین خراب وخستہ نظر آنے لگے اور بالآخر اُس طوفان بدتمیزی نے کہ جو ابھی ہم پر سے گذر گیا ہے ٹھیک سو برس بعد اسے قطعی منہدم کر دیا۔

ابھی جبکہ اس طوفان کے گرج کی گونج ہمارے کانون مین سما رہی ہے اور خلائق کے دل اسکی کڑک سے سہمے ہوے ہین دنیا کی تباہی کا دردناک نظارہ ہماری آنکھون کے سامنے ہے اور ہمارے زخم تازے ہورہے ہین۔ غرضکہ ابھی جب کہ ہمین اپنے آنسو تک پونچھنے کی مہلت نہین ملی ہے دول فرنگ اس دردناک منظر سے متاثر اور معمولی انسانیت اور تہذیب کے اصولون کی نافرمانی اور سرکشی سے تائب ہو کر پھر ایک مرتبہ راہ راست اختیار کرنے کا ہمین یقین دلا رہے ہین۔ ملک گیری زبردستی اور جنگجوئی سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرنے کی نیت باندھی جا رہی ہے۔ قومی درجہ بندی

حقوق کے لحاظ رکھنے کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ انصاف برتنے اور مصالحت قائم رکھنے
کے لیے بین الاقوامی عدالت قائم کرنے کے منصوبے پیش ہو رہے ہیں اور دائمی
امن و امان کے دور کا اعلان بہانگ دہل کیا جا رہا ہے لہذا تعجب نہیں کہ موجودہ
بیکسی کی حالت میں دول فرنگ کا یہ سہانا راگ ہمارے کانوں کو بہت بھلا معلوم ہوتا
ہے اور ہماری ڈھارس بندھتی ہے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا
بھی بہت ہوتا ہے۔ لیکن اس سے بڑی اور کوئی دوسری حماقت نہیں ہو سکتی کہ ہم
باوصف اپنے تلخ تجربوں کے ان سب باتوں کو قطعی صحیح اور سچ ماننے اور اپنے تئیں
دھوکہ دینے پر طیار ہو جاویں۔ مانا کہ دنیا کی پچھلے چار سال میں بہت کچھ کایا پلٹ ہو گئی
ہے۔ تہذیب کا وہ دور کہ جو ابھی سانس توڑ رہا ہے پھر واپس نہیں آسکتا۔ زمانہ
کچھ سے کچھ ہو جائے گا اور دول فرنگ بھی اگر چاہیں بھی تو اب اپنا پرانا چلن قائم نہیں
رکھ سکتے۔ یہ سب سچ ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہمارے لیے ایک نئی زمین اور
نیا آسمان پیدا ہو جائے گا اور ہم اس سرشت نافرمانی کو بھی کہ جو ہم میں اس روز سے ودیعت
ہے کہ جس دن سے ہمارے مورث اعلیٰ جنت سے منہ موڑنے پر مجبور ہوئے موجودہ
دور تہذیب کے میلے لباس کی طرح آن کی آن میں بدل ڈالیں گے نہ صرف خواب و خیال
بلکہ دھوکہ اور فریب ہے۔ انیسویں صدی کی تاریخ فرنگ کا ہر صفحہ ہمیں ایسے توقعات
کے خلاف قدم قدم پر آگاہ کرتا ہے کہ جس سے سبق نہ حاصل کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔
البتہ ایک امید باقی ہے اور کلام نہیں کہ وہ بہت کچھ معنی رکھتی ہے یعنی یہ کہ اس عذاب
النار سے نکلنے کے بعد کہ جس میں تمام دنیا چار سال سے جل بھن رہی ہے جمہور عالم ان دول
فرنگ کی طرح سے کہ جو اب سے سو برس پیشتر وائنا کی کانگرس میں جمع ہوئے تھے یہ محسوس
نہیں کرتے کہ ہم کسی خواب پریشان سے چونک کر بیدار ہوئے ہیں کہ جسکی متوحش یاد کو جس
طرح جلد ممکن ہو دماغ سے مٹا اور بھلا دیا جائے بلکہ اُنکے جسم نزار کی رگ رگ اور اُن کے

تن کارو یان رو یان حقیقت مکروہات کا بُری طرح واقف اور اُس سے بے طرح لرزان ہے اور اُسکی یاد ابھی کئی نسل تک تازہ رہیگی۔ پھر یہ بھی تقریباً طے شدہ سمجھنا چاہیے کہ جمہور فرنگ اب اپنی قسمت کا فیصلہ محض دبیران سلطنت اور حکامان وقت کی مصلحتون اور چال بازیون پر چھوڑنے کے لیے تیار نہین تو شوزم کا وہ طوفان کہ جو اس وقت روس اور جرمنی مین نہایت بھیانک شکل مین اُٹھ رہا ہے اس ارادے اور فیصلے کے اظہار کا ایک بھونڈا اور بُرا طریقہ ہے۔ لیکن شبہہ نہین کہ اسین یورپ کی آئندہ بہبود اور سلامتی کے آثار پنہان ہین۔ قوت جمہور مدبران فرنگ کے جوڑ توڑ اور چال بازیون پر حاوی ہوکر امن و امان کا دور قائم کرانے مین کہان تک کامیاب ہوگی اور اس منزل مقصود تک پہونچنے مین ابھی کئے نسلین اور گذرینگی اس کے بارے مین کچھ وثوق سے کہنا غیر ممکن ہے البتہ یہ پیشینگوئی آسانی سے کی جا سکتی ہے کہ دول فرنگ نے پچھلی صدی مین قومیت اور جمہوریت کے نام مین جتھہ بندی کے جوڑ توڑ اور چال بازیون سے یورپ کی مٹی جس طرح خراب کی اُسکا اس محشر انگیز ہنگامہ کے بعد اب پھر دوہرانا اُسقدر آسان نہوگا۔

سفیر صلح

سر سالار جنگ کے یادگار واقعات

[illegible]

سر رچرڈ میڈ نے گو اسوقت اپنے کو بدنامی سے بچالیا تھا لیکن اس شکست کے ساتھ انکے اس خیال نے کہ جبتک سالار جنگ برسر حکومت ہیں وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اُنکی مخالفت کو بدل بشدید دشمنی کر دیا تھا۔ حتی کہ باہمی مصالحت کے امکانات سے بڑھ جاتے تھے۔ سالار جنگ کی طبیعت چونکہ دنیا سے پاک اور کوئی وجہ بھی ذاتی مخالفت کی نہ تھی۔ اُنھون نے سچے دل سے کوشش کی کہ معاملات ریاست مین ہمیشہ ریذیڈنٹ کو شریک رکھین بلکہ ہر اہم معاملہ کا انحصار انہین کے مشورہ پر رہے۔ آج سے نہین بلکہ جب سے سالار جنگ کو آصفجاہ چہارم نے عہدہ جلیلہ مدار المہامی سے سرفراز کیا تھا وہ خوب جانتے تھے کہ اہل ہندوستان کے باہمی نفاق اور خانہ جنگی کو صرف بیرونی زبردست قوت روک سکتی ہے اور انگریزون کی قومی راستبازی اور رعایا پروری کا چونکہ نواب صاحب کو ذاتی تجربہ ہو چکا تھا اُنھون نے نہ صرف زمانہ غدر مین انکا ساتھ دیا بلکہ ہر موقع پر عملاً یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ کم از کم اپنی زندگی بھر وہ سرکار انگریزی کا ساتھ نہین چھوڑینگے مسلمانون مین نہ اتنی دور اندیشی باقی تھی اور نہ اتنی قوت کہ ملک پر پھر مسلط ہو سکین نہ اپنی قابلیت ملک داری۔ دنیاوی عروج و عظمت داستان پارینہ ہو چکی تھی۔ ہندو مسلمانون کا مذہبی اختلاف جسکو اکبر۔ جہانگیر اور شاہجہان نے مٹانے کی کوشش کی تھی اور جو اورنگ زیب کے جانشینون کی ناعاقبت اندیشی کج خلقی اور حکومت کی کمزوری کے باعث نہایت خوفناک طور پر بڑھتا جاتا تھا آخر الامر انتزاع سلطنت کا سبب ہوا۔ ہندوون کی حالت بھی کچھ کم قابل افسوس نہ تھی۔ گو سب ایک ہی مذہب کے پیرو کہلاتے تھے مگر اُنکے مذہب کا طریقہ اُنکے واسطے باعث کمزوری تھا جسکی بدولت ہندوستان صدیون سے غیر اقوام کے دنیاوی ہوا و ہوس کا نشانہ بنا رہا۔ سالار جنگ کی خلوص نیت سچی قومی ہمدردی اور حب وطن کا

اس سے کیا بہتر ثبوت مل سکتا تھا کہ انھون نے ان ناقابل انسداد خرابیون کو محسوس کیا اور ہندوستان
کی ہمدردی اور بیرونی تباہی نظم اور لوٹ سے محفوظ رکھنے کے واسطے اُن صفات کے نظر کرنے جو اوپر مذکور
ہین انگریزی تسلط کو بمقابلہ فرانسیسی غیرہ پر ترجیح دی۔ انکو غلطی کا جانشین منتخب کیا اور گورنمنٹ
آف انڈیا کے قیام اور استحکام کی کوشش کی پس جس شخص کے یہ خیالات ہون وہ کس طرح حاکم وقت
کا بدخواہ ہو سکتا تھا۔ مگر جب ہم دیکھتے ہین کہ خود انگلو انڈین جماعت خود وایسرائے لارڈ رپن پر اُن کے
قابل یادگار احقاق اور رعایا پروری سے ناراض ہو کر دست اندازی کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے تو سالار جنگ
کس قطار و شمار مین تھے تعجب بلکہ سخت تاسف اس سے ہوتا ہے کہ لارڈ لٹن ایسے آدمی کے ساتھ اپنے سفیر
کے دھوکے مین آگئے۔

غرض سالار جنگ نے کوئی امکانی پہلو مصالحت کا اُٹھا نہین رکھا۔ مگر ریڈ صاحب نے نہایت
حقارت سے ہر پیام صلح کو نامنظور کردیا۔ اب ہمارے حق شناس ناظرین غور کرین کہ اس صاف انکار کے
بعد انھون نے اگر ریذیڈنٹ کے ناجائز حملون کے مدافعت اور اپنی ریاست اور اپنی ذات کو تباہی سے
بچانے کی کوشش کی تو کیا گناہ کیا۔ امیر کبیر نواب رشید الدین خان جاہل مطلق سیدھے سادھے سپاہی
تھے۔ محض انکے امی۔ غیور اور باحوصلہ بزرگون کی صحبت کا اثر تھا کہ انھون نے حملہ اول مین میڈ صاحب
کا ساتھ دینے سے انکار کردیا تھا۔ ریذیڈنٹ نے شاہ پورجی کے ذریعہ سے انکو پھر ہموار کرنا چاہا۔ شاہ پورجی
اُس قوم کے ایک فرد کی لطیع ورتھے جو اس زمانہ کی ڈپلامیسی مین شہرۂ آفاق ہے یعنی پارسی قوم کے رکن رکین
تھے۔ عمدۃ الملک کے انتقال کے بعد باوجودیکہ سوائے انکے اور کوئی امیر کبیر نہین ہو سکتا تھا لیکن سادہ مزاج
امیر کبیر کو یہ باور کرا دیا کہ ریذیڈنٹ نے آپکو امیر کبیر بنایا ہے شاہ پورجی نے اپنا پورا سکہ جما لیا تھا۔ چونکہ نواب
صاحب کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھے انھون نے انکو ہموار کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ شیعہ اور
سنی کے مسئلہ کو نہایت خوفناک صورت مین اُنکے سامنے پیش اور اُنکے یہ ذہن نشین کیا کہ سالار جنگ مذہبی
تعصب کی وجہ سے شیعہ جاگیردارون و ملازمین کے حق مین ہر قسم کی اعانت اور سنیون کے ساتھ سختی
کرتے ہین اور خفیہ طور پر اس فکر مین ہین کہ حضور نظام کی شادی اُنکی لڑکی کے ساتھ ہو جائے چنانچہ صلاحت

کی عورتون کو ترغیب دے رہے ہین کہ وہ اس نسبت کی محرک ہوت غیر ادب شکایتین تو بے اصل تھین۔ آخر الذکر غلط نہ تھی۔ اسکا راز فاش ہو چلا تھا۔ یہ اتفاق تھا کہ ریذیڈنٹ امیر کبیر کے ہموار کرنے مین مصروف اس طرف متوجہ نہین ہوے اور سالار جنگ نے اس معاملہ کو فوراً دبا دیا۔ مگر امیر کبیر کو اپنے قبضہ مین نہ رکھ سکے۔ رشید الدین خان سالار جنگ کو چھوڑ کر علانیہ ریذیڈنٹ کے طرفدار ہو گئے۔ اسی اثنا مین مولوی مسیح الزمان خان اور کپتان کلارک کلارک مستقل جنگ مین لڑائی ہو گئی اور نزاع کو اسقدر طول ہوا کہ ایک روز مولوی صاحب نے یہ کہا کہ کلارک ایک ٹانگ سے تو پہلے سے لنگڑے ہین اگر مجھکو زیادہ غصہ آیا تو اُن کی دوسری ٹانگ بھی توڑ ڈالون گا۔ کلارک صاحب نے اسکی شکایت زیر اور ریذیڈنٹ دونون سے کی قبل اسکے کہ سالار جنگ کچھ کرتے۔ ریذیڈنٹ صاحب نے شاہ پور جی کے مشورے سے ایک اپنی ہم قوم کی توہین کی بھی پروا نہین کی اور امیر کبیر سے کہا کہ شکایت بالکل مصنوعی ہے۔ سالار جنگ نے ننھی مولوی کو تباہ کرنے کی نیت سے یہ ہنگامہ کیا ہے امیر کبیر اپنے جامہ سے باہر نہی قوت کے ساتھ مولوی مسیح الزمان خان کی تائید پر آمادہ ہو گئے۔ سالار جنگ نے فوراً سکوت اختیار کر لیا۔ جب کبھی کسی نے ذکر بھی کیا تو یہ کہکر ایک کنکر کو پہاڑ بنایا جا رہا ہے۔ مذاق مین ٹال دیا کرتے تھے۔ مولوی مسیح الزمان نے تخویف کے الفاظ کے استعمال سے حسب مشورہ انکار کر دیا تھا۔ ریذیڈنٹ صاحب نے دوران دریافت مین آغا مرزا بیگ کو طلب کیا اور تیور چڑھا کر اُن سے صرف اسقدر کہا کہ مین خوب جانتا ہون کہ یہ شکایت سراسر جھوٹی ہے تم بوقت ضرورت اصل واقعہ بیان کر دینا۔ آغا صاحب نے بھی زیادہ بحث کرنا پسند نہین کیا اور صرف اس جواب پہ اکتفا کیا کہ مجھ مین جھوٹ بولنے کی عادت نہین ہے جو کچھ مین نے اپنے کانون سے سُنا اور آنکھون سے دیکھا راست بلا کم و کاست عرض کر دون گا۔ امیر کبیر نے بھی اس واقعہ کی اہمیت کو آغا مرزا بیگ کے ذہن نشین کرنا چاہا۔ اُنھون نے آغا مرزا بیگ نے تمام اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا اور عرض کی کہ اگر فریقین سے شہادت لیجاتی ہے تو مین علیحدہ کھا جاؤن۔ نواب صاحب نے شاہ پور جی کے مشورے سے بالآخر آپسے یہ کہا کہ اچھا تمکو اس معاملہ سے کوئی تعلق نہوگا۔ غرض جو محلہ مبارک مین امیر کبیر مع اپنے طرفدارون کے تشریف لائے۔ مسیح الزمان خان اپنے گواہون کے ساتھ محل کے دوسرے حصے مین حاضر تھے۔ کلارک

صاحب اس یک طرفہ دریافت سے ایسے ناراض تھے کہ انھون نے آنے سے قطعاً انکار کردیا سالار جنگ
موجود تھے مگر خاموش تماشہ دیکھ رہے تھے - آغا مرزا بیگ تعلیم کے کمرہ مین اپنے کام مین مصروف حضور کا
انتظار کر رہے تھے کہ ہرکارہ نے ان سے یہ کہا کہ سرکار (وزیر) نے آپکو یاد کیا ہے - جس وقت وہ
بہ تعمیل حکم اس کمرہ مین جہان سب بغرض دریافت جمع تھے داخل ہوے سب پریشان ہو کر آغا صاحب کی
طرف دیکھنے لگے - امیر کبیر نے غصہ کے لہجہ مین ان سے پوچھا کہ آپ کس کے حکم سے یہان آئے آغا صاحب
نے عرض کیا کہ ہرکارے نے آکر مجھ سے ابھی کہا کہ سرکار یاد فرماتے ہین - امیر کبیر نے کہا کہ ہم نے آپکو
طلب نہین کیا اور نہ آپکی طلبی کی ضرورت تھی اس لیے کہ آپ واقعہ زیر دریافت سے ناواقف ہین آغا مرزا بیگ
نے جواب دیا کہ مین ناواقف تو نہین ہون اس واسطے کہ یہ واقعہ میرے سامنے ہوا البتہ مین اس جھگڑے سے
الگ رہنا چاہتا تھا - یہ کہکر سالار جنگ سے سرک لئے - امیر کبیر اسوقت غصہ مین بڑبڑاتے ہوے گھر
چلے گئے - انکے جاتے ہی کمیٹی بھی منتشر ہو گئی - بازی سالار جنگ کے ہاتھ رہی تصفیہ وزیر ہی پر منحصر رہا -
انھون نے مسیح الزمان خان کی طرح تنبیہ کی اور منتقل جنگ (کلارک صاحب) راضی ہو گئے جب
یہ محل خالی ہو گیا تو امیر کبیر نے مارے خجالت کے آغا مرزا بیگ پر اپنا غصہ اتارنا چاہا - چنانچہ کرنل
ولسن سے جو بجائے کلارک صاحب چند روز کے لیے حضور کے استاد مقرر ہوے تھے امیر کبیر نے یہ کہا
کہ آغا صاحب کو ڈیوڑھی مین آنے کی ممانعت کردیجائے - ولسن صاحب نے یہ حکم آغا مرزا بیگ (سرور جنگ)
کو پہونچا دیا - آغا صاحب نے فوراً استعفا سالار جنگ کے سامنے پیش اور ولسن صاحب کا حوالہ دیکر اسکا سبب
بھی عرض کیا - سالار جنگ نے استعفا واپس دیکر یہ کہا کہ جو صاحب آپ سے ناراض ہین انھین کو دیجیے
مین نے نہ حکم دیا نہ استعفا منظور کرون - آغا مرزا بیگ امیر کبیر کے پاس حاضر ہوے - نواب صاحب کوٹھی پر
تھے - شاہ پورجی نیچے موجود تھے انھون نے آغا صاحب کو دیکھتے ہی یہ شکایت شروع کی
کہ آپسے نواب امیر کبیر کو ہرگز امید نہ تھی کہ انکے مقابلہ مین ایک شیعہ اور وہ بھی نواب صاحب کے دشمن کا ساتھ
دین گے - اسوقت نواب صاحب آپسے نہین مل سکتے - آغا مرزا بیگ نے کہا کہ اسکا جواب کہ مین نے
نواب صاحب کے خلاف سازش کی یا نہین - خود نواب صاحب کو دونگا - میرا استعفا موجود ہے مین

بغیر اُن سے ملے یہان سے جاتا نہین۔ سامان میرا ساتھ ہے جبتک کہ ملاقات نہو گی مین اِس سامنے کے درخت کے سایہ مین پڑا ہون گا۔ غرض شاہ پور جی کو یقین ہو گیا کہ بغیر امیر کبیر سے ملے یہ شخص ٹلنے والا نہین ہے مجبوراً نواب کو انکے آنے کی اطلاع کی باریابی کی اجازت ہوئی جب اوپر کمرے مین داخل ہوے تو دیکھا کہ امیر کبیر غضب آلود مونچھین چڑھی ہوئی مسند پر گاؤتکیہ سے لگے ہوے بیٹھے ہین۔ ایک طرف پہلو مین ڈھال دتلوار اور دوسری طرف بندوق رکھی ہے۔ آغا صاحب کو دیکھتے ہی مُنھ بنا کر ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر کہا کہ آغا صاحب آپ سے ہمارا خاندانی تعلق ہے اور عمدة الملک نے آپکو اس خدمت پر مقرر کیا مگر حیرت ہے کہ آپنے ہبا ورقدیم تعلقات کی بالکل پروا نہ کرین اور ایک ناقص دشمن ریاست کو مجھپر ترجیح دین۔ آغا مرزا بیگ نے عرض کیا کہ مین یہ قسم آپکو اطمینان دلاتا ہون کہ اپنے زمانہ ملازمت مین مین نے کبھی آپکے مقابلہ مین سازش نہین کی۔ نواب سالار جنگ باوجودیکہ مدار المہام ریاست ہین لیکن میرے مزاج سے اتنے واقف ہین کہ کبھی اُنھون نے آپ کا نام بُرائی سے میرے سامنے نہین لیا۔ عمدة الملک نے اتنا بڑا احسان مجھپر کیا ہے کہ اگر شریف ہون تو مدت العمر انکے دامن دولت سے وابستہ رہونگا مگر افسوس ہے کہ جو شبہہ میرے مخالفین نے آپکے دل مین پیدا کیا ہے مٹ نہین سکتا لہذا یہ استعفا لیکر حاضر ہوا ہون نہ مین یہان ہونگا اور نہ محسن کشی کا بدنما دھبہ اپنے ساتھ قبر مین لیجاؤنگا۔ امیر کبیر کی تنک مزاجی مشہور تھی مگر سیدھے سادھے صاف دل سپاہی تھے آغا مرزا بیگ کو افسردہ خاطر دیکھکر مسکرانے لگے اور نہایت نرم لہجہ مین فرمایا کہ آپ مغموم نہون مجھکو آپکی راست بازی پر پورا اطمینان ہے آپ اس استعفے کو پھاڑ دیجئے اور اپنے اہم کام مین مصروف رہیے مگر ہاے خدا اسکا خیال رہے کہ حضور کے عقائد مذہبی مین کوئی فرق نہ آنے پائے۔ جب آغا مرزا بیگ اپنے گھر واپس ہوے تو انکے پیچھے ایک گھوڑا اور گاڑی بھی پہونچی اس تحریر کے ساتھ کہ نواب امیر کبیر نے آپکی سواری کے واسطے عنایت فرمائی ہے۔ انکے اخراجات نواب صاحب کے خزانے سے ادا ہوتے رہینگے۔

میڈ صاحب کی آتش غضب روز بروز تیز ہوتی جاتی تھی اُنھون نے امیر کبیر اور اُنکے پاس معتمد سے پھر مشورہ کیا اور رائے ہوئی کہ آسان طریقہ سالار جنگ کے ذلیل اور علیحدہ کرنے کا یہ ہے کہ حضور کا دل اُنسے برا کیا جائے چونکہ حضور بالکل بچے ہین یہ کام آسانی انجام پا سکتا ہے۔ رزیڈنٹ اس پر راضی ہوگئے

کر تعلیم کی نگرانی کے بہانے سے دربار کے رسوم کو ترک کر کے حضور سے بے تکلف تنہائی مین ملنا شروع کر دین
ایکدن سر رچرڈ میڈ نے سالار جنگ سے یہ کہا کہ بہ حیثیت ریذیڈنٹ مین آپ سب سے کہین زیادہ حضور کی تعلیم اور ادب
آموزی کا ذمہ دار ہون مجھکو معلوم ہوا ہے کہ انکی تعلیم کا طریقہ بہت کچھ اصلاح طلب ہے۔ گاہے گاہے سرکاری
حیثیت سے میرا خدمت کے واسطے دربار مین آنا بیکار ہے کافی نگرانی اُسیوقت ممکن ہے کہ علاوہ دربار کے
جب مین مناسب سمجھون حضور سے تنہا ملا کرون لہذا جبتک کہ مین نہ کہون دربار کے جملہ رسوم اُٹھا دیے
جائین۔ امیر کبیر بھی میرے ہمخیال ہین۔ سالار جنگ نے کہا کہ جب امیر راضی ہین تو مجھکو بھی عذر نہین ہے
تعلیم کی نگرانی کا جو طریقہ آپ مناسب سمجھین اختیار کیجیے۔ چنانچہ دوسرے ہی روز حضور اپنے اُستادون کے
ساتھ صبح کی چا نوش فرما رہے تھے کہ اخباری نے خبر پہونچائی کہ بڑے صاحب (ریذیڈنٹ) حضور کی ملاقات
کی غرض سے ریذیڈنسی سے روانہ ہوا چاہتے ہین۔ پھر خبر آئی کہ بڑے صاحب روانہ ہو گئے۔ اُسکے بعد معلوم
ہوا کہ اُنکی گاڑی افضل گنج کے دروازے کے اندر اور چار منار (وسط شہر) پہونچ گئی ہے۔ ریذیڈنٹ
محل شاہی کے بیرونی حصہ مین داخل ہی ہوئے تھے کہ دفعتاً جلوخانہ مین ایک دستہ فوج کا اُنکی سلامی کیواسطے
استادہ ہو گیا جیسے ہی ریذیڈنٹ کی آنکھ اُسپر پڑی نہایت ترش رو ہو کر انگریزی مین افسر سے پوچھا کہ مین دربار
مین نہین آیا ہون تم کس کے حکم سے یہان آئے۔ افسر چونکہ انگریزی زبان سے ناواقف تھا اُسنے جواب مین
باضابطہ سلامی اُتارنے کا دستہ کو حکم دیا۔ ریذیڈنٹ منہ بنائے ہوئے اندر محل کے چلے گئے یہ حضور کے پاس
بیٹھے ہی تھے کہ سالار جنگ بھی پہنچے نواب رشید الدین خان اور مہاراجہ نرندر پرشاد وغیرہ نے جب سُنا کہ وزیر ریذیڈنٹ
کے ساتھ موجود ہین تو سب اس قسم کے انگریزی دربار مین حاضر رہا کرتے تھے یکے بعد دیگرے آنے لگے یہان
تک کہ چند منٹ کے اندر پورا انگریزی دربار منعقد ہو گیا۔ ریذیڈنٹ کے غصہ کی یہ حالت تھی کہ ایک رنگ
آتا تھا اور ایک رنگ جاتا تھا۔ حضور راز سے ناواقف بغیر اطلاع لوگون کے جمع ہو جانے سے حیران اور
ششدر ایک ایک کا مُنہ دیکھتے تھے۔ صرف سالار جنگ ہاتھ باندھے ادب سے سر جھکائے ہوئے ان لوگون کی
خفت اور بیچینی کا لطف اُٹھا رہے تھے۔ عالم خاموشی مین خجالت نے اور دل و دماغ کو بے قابو کر رکھا تھا
کہ اسپر طرہ یہ ہوا کہ گوبند پرشاد حسب رسم دربار علامت رخصت یعنی پاندان لیے ہوئے حاضر ہوا اور حضور کے

سامنے پیش کر کے ریسڈنٹ کی طرف بڑھایا۔ ہیڈ صاحب آخر کار غصہ کو ضبط نہ کر سکے غریب باندان بردار پر صلواتوں کی بوچھار ہونے لگی۔ گوبند پرشاد بنظر استعجاب اُنکی شکل تکتا رہا جب دم لینے کے واسطے تھمے تو اس غریب نے عرض کی کہ واہ صاحب آپ مجھپر کیون خفا ہوتے ہین مین تو اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہون۔ مجھکو یہ حکم ہے کہ ہر انگریزی دربار مین باندان لے کر حاضر ہوا کرون۔ یہی کام میرے سپرد ہے اور اسی کی مین تنخواہ پاتا ہون۔ اگر مین نے اپنے کام مین غفلت کی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ مین اِس خدمت سے الگ کر دیا جاؤنگا۔ کیا آپکو ایک غریب دہقی نوکر کے بے روزگار ہونے اور اُسکی فاقہ کشی پر ترس نہین آئیگا مگر ریسڈنٹ کا غصہ کم نہوا۔ گوبند پرشاد سے پوچھا کہ تمکو کس نے حکم باندان لانے کا دیا۔ اُسنے پھر باادب عرض کیا کہ یہ میرا فرض منصبی ہے ابتدائے حکم میرے واسطے کافی ہے بار بار حکم حاصل کرنے کی ضرورت نہین۔ ریسڈنٹ کچھ اور کہنا چاہتے تھے کہ امیر کبیر نے جھک کر اُنکے کان مین کہا کہ یہ سب شرارت رافضی بچہ (سالار جنگ) کی ہے یہ ہرگز آپکو حضور کے ساتھ تخلیہ کا موقع نہین دیگا۔ قصور وزیر کا ہے نہ کہ ان ملازمین کا جو وزیر کے قبضہ مین ہین اتنی جرأت کہان تھی کہ ریسڈنٹ سخت لہجہ مین سالار جنگ کو مخاطب کرتے بمشکل اپنے غصہ کو روکا اور سالار جنگ سے یہ کہا کہ آپ یہ انتظام کیجیے کہ حضور کے اُستاد ہفتہ مین ایک بار آ کر مجھکو حضور کی تعلیمی حالت کی رپورٹ کرتے رہین۔ سالار جنگ نے اُسیوقت کلارک صاحب مولوی مسیح الزمان خان صاحب اور آغا مرزا بیگ کو تاکید کی کہ بڑے صاحب کے حکم کی تعمیل بکمال احتیاط کیجائے۔

واقعہ مذکور کے بعد ہی سر رچرڈ میڈ نے تہذیب کو بالائے طاق رکھا اور علانیہ سالار جنگ کے انتظام تعلیم کی شکایت کرتے ہوے یہ کہا کہ مین سُنتا ہون حضور کی اخلاقی حالت اسقدر خراب ہو گئی ہے کہ وہ مرض خبیثہ مین مبتلا ہین۔ چونکہ ریسڈنٹ نے اس سنگین الزام کی پہلے سے صحیح نہین کی تھی سالار جنگ نے نہ صرف بلحاظ حضور کی نابالغی کے بلکہ ہر طرح یہ ثابت کر دیا کہ یہ شکایت بالکل بے اصل ہے۔ بلوجودیکہ حملے برابر جاری تھے مگر سالار جنگ ہر مناسب موقع پر دل سے مصالحت کی کوشش کرتے رہتے تھے اس سے وہ کبھی مایوس نہین ہوے۔ مگر افسوس ہے کہ میڈ صاحب کی طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی تھی کہ پیام صلح پر وہ اور زیادہ برافروختہ اور خفا ہو جاتے تھے۔ غرض ریسڈنٹ صاحب امیر کبیر اور شاہ پور جی نے

مشورہ کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ ریذیڈنٹ بذات خود ممالک محروسہ کا دورہ اور سالار جنگ کی بدانتظامی
کا مواد فراہم کرین۔ چنانچہ بڑے صاحب بسبیل دورہ شہر اورنگ آباد مین اردہوے۔ حکام مستقر نے
انکو مع ہمراہیون کے منجانب سرکار مدعو کیا۔ ریذیڈنٹ نے اصرار کیا کہ میز پر شراب رکھی جاے۔ کلارک
صاحب اور کرون صاحب نے انکی کنایتاً تائید کی۔ کہا جاتا ہے کہ حیدرآباد کی اسلامی تاریخ مین یہ پہلا
واقعہ تھا کہ سرکاری دعوت مین شراب میز پر لائی گئی۔ سالار جنگ تو بخیال حفظ ماتقدم ہمیشہ موقع ومحل کے
منتظر رہا کرتے تھے انھون نے فوراً زور کے ساتھ اعتراض کیا نتیجہ یہ ہوا کہ ریذیڈنٹ جو کچھ اور منصوبے
باندھ کر گئے تھے بدنام اور دل شکستہ واپس آئے۔

ان متواتر ناکامیون کے بعد بھی یہ حضرات ثلثہ اپنی مخالفت سے باز نہین آئے۔ تینون نے پھر سرگوشیان
شروع کین اور طویل مباحثہ کے بعد یہی تجویز پسند آئی کہ جس طرح ممکن ہو حضور اپنے وزیر سے بدظن کیے جائین
یہی ایک صورت جیت کی ہے ورنہ چونکہ سالار جنگ کے ہاتھ مین عملی اقتدار حکومت ہے اسیطرح کوئی نہ کوئی
فکر اپنے بچاؤ کی کر لیا کرینگے اور اگر کہین انکو موقع مل گیا تو وہ سب کو سخت زک دینگے۔ اگر ریذیڈنٹ حضور کے
پاس گئے تو مثل سابق سالار جنگ ہرگز انکو حضور سے تنہا ملنے نہین دینگے پس بہتر یہ ہوگا کہ ریذیڈنٹ حضور کو
اپنے پاس زیادہ مدعو کرنا شروع کردین۔ ریذیڈنسی مین کسی نہ کسی بہانہ سے تخلیہ باسانی ہوسکیگا۔ ان ہی دنون
ایک تماشہ سکندرآباد (فوجی چھاؤنی شہر سے تقریباً چھ میل) آیا ہوا تھا۔ بڑے صاحب نے حضور کو مدعو کیا۔
سالار جنگ نے اپنے شریک کی وجہ سے دعوت کو منجانب حضور مجبوراً منظور کر لیا۔ قرار یہ پایا کہ حضور بلارم
کی ریذیڈنسی سے (شہر سے تقریباً بارہ میل) ریذیڈنٹ کو اپنے ساتھ سکندرآباد لائین اور تماشہ کے بعد
واپسی مین انکو چادرگھاٹ والے مکان مین اتارتے آئین۔ چنانچہ ٹھیک وقت مقررہ پر سواری مبارک
ریذیڈنسی پہونچی۔ حضور کے ساتھ آغا مرزا بیگ اور مستحکم جنگ تھے۔ جس وقت گاڑی ریذیڈنسی کی سیڑھیون
کے پاس ٹھہری حسب دستور اور آداب شاہی بڑے صاحب استقبال کے واسطے نہین آئے۔ مستحکم جنگ نے
باواز بلند کہا کہ بڑے صاحب کہان ہین استقبال کے واسطے کیون نہین آئے کیا وہ نہین جانتے تھے
کہ اعلیحضرت تشریف لانے والے ہین۔ اعلیحضرت کی عمر اتنی نہ تھی کہ وہ ریذیڈنٹ کے اس خلاف ادب

حرکت کا خیال کرتے۔ گاڑی سے اُتر کر برآمدہ مین داخل ہو چکے تھے کہ ریذیڈنٹ کمرہ سے باہر آئے اور کہا کہ
مین ایک ضروری کام مین مصروف تھا اِس لیے آنے مین دیر ہوئی۔ مستحکم جنگ نے جواب دیا کہ کام مین مصروف ہونے
کے کیا معنی جب آپکو معلوم تھا کہ اعلیحضرت تشریف لانے والے ہین تو چاہیے تھا کہ پہلے سے زینہ کے نیچے حاضر
رہتے۔ ریذیڈنٹ نے اسکا کوئی جواب نہین دیا اور حضور کا ہاتھ پکڑے ہوے اندر کمرہ مین لیگئے اسکی تھوڑی دیر
بعد سالارجنگ آئے۔ مستحکم جنگ نے برآمدہ ہی مین نوابصاحب کو واقعہ مذکور کی اطلاع کی نوابصاحب نے فوراً آغا
مرزا بیگ کو بلایا اور انکو علیحدہ لیجا کر کہا کہ آغا صاحب مجھکو آپکی خاندانی شرافت اور جان نثاری پر ہمیشہ سے بھروسہ ہے
یہی وجہ ہے کہ مین نے پہلے اپنے بچون کے اور بعد ازان خود حضور کی تعلیم اور ادب آموزی کے واسطے آپکا انتخاب کیا ایک
نہایت نازک بلکہ مخدوش کام آپسے اِسوقت لینا چاہتا ہون جیسا کہ مین باور کرتا ہون اگر آپ مین اعلیٰ درجہ کی جرأت
و جان نثاری کا جوہر ہے تو مین کچھ اور کہون ورنہ مجھ سے صاف صاف کہدیجیے اگر آپ کسی ایسی ذمہ داری کے جو
شاید آپکے حق مین مضر ہو متحمل نہو سکتے ہون تو مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ مین آپسے ہرگز ناراض نہونگا۔ بڑے صاحب نے
ہمارے آقا کی سخت توہین کی ہے۔ اگر ہم نیک نیت ہین تو خدا تعالیٰ ہمکو ضرور حق نمک ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیگا
مگر یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جو اپنے آقا کے نام کو فی الحقیقت اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے مین بالکل جمع خرچ سُننا
نہین چاہتا صاف جواب دیجیے اور اسیوقت۔ آغا مرزا بیگ نے عرض کیا کہ کام لینے سے پہلے اگر امتحان کی ضرورت ہو
تو حکم دیجیے کہ نوکرون مین کود پڑون دیکھیے کہ حکم کی تعمیل بعنایت الٰہی ہوتی ہے یا نہین۔ سالارجنگ نے آبدیدہ ہو کر آغا صاحب
کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ آپکا جوش ہو مگر مین چاہتا ہون کہ ریذیڈنٹ گاڑی مین حضور کے پہلو مین نہ بیٹھنے پائین۔ یہ
عذر مین ہرگز نہین سنونگا کہ آپ اکیلے تھے اِس لیے تعمیل حکم نہ کر سکے اِس گفتگو کے بعد نوابصاحب اس حجرہ مین داخل
ہوے جہان حضور اور ریذیڈنٹ وغیرہ انکے منتظر تھے۔ سالارجنگ نے آگے بڑھکر بڑے صاحب سے یہ کہا کہ افسوس ہے
کہ اسوقت اعلیحضرت کا مزاج کچھ خدانخواستہ ناساز ہے شاید آپکے ہمراہ تماشہ مین جا سکین۔ ریذیڈنٹ نے جواب دیا
کہ یہ غیر ممکن ہے کہ حضور تماشہ مین شریک نہون مین نے محض حضور کے واسطے اپنے بہت سے دوستون کو مدعو کیا ہے اگر
زیادہ نہین تو کچھ دیر تو حضور کو ضرور چلنا ہوگا۔ وزیر نے کہا کہ آپ خود اعلیحضرت سے پوچھ لیجیے۔ ریذیڈنٹ حضور کی طرف
مخاطب ہوے حضور نے گردن کے اشارہ سے شرکت تماشہ سے انکار کر دیا اسی اثنا مین کیپٹن فارلا ما پہونچے۔

اُنھون نے صرف ریسیڈنٹ کا حضور سے پوچھنا اور اُنکا گردن ہلانا سُنا اور دیکھا تھا پس عرض کیا کہ سرکار
چلنے مین کیا مضائقہ ہے حضور اس اختلاف سے گھبرا کر اپنے دونون وزیرون کیطرف دیکھنے لگے۔ سالارجنگ نے
امیر کبیر کو کچھ اوا کہنے کا موقع نہین دیا اور اُنکا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ نواب صاحب آئیے ہم اور آپ کیطرح چلین۔ اُنکو
ساتھ لیے روانہ ہوگئے حضور اس شش و پنج مین تھے کہ کس وزیر کا کہنا سُنون۔ ریسیڈنٹ کے ہاتھ پکڑتے ہی اُنکے
ساتھ گاڑی کی طرف چلے۔ جب گاڑی کے قریب آئے تو آغا مرزا بیگ حضور کو سوار کرنے کے بہانہ سے سامنے آگئے
پہلے حضور کو سوار کیا پھر سالارجنگ کو ہاتھ پکڑ کر گاڑی کے اندر دھکیلا۔ بعد ازان سامنے دروازے کے کھڑے ہوکر
نہایت نرم الفاظ مین میڈ صاحب سے کہا کہ اگر آپ حضور کے ساتھ چلنا چاہتے ہین تو اُنکے سامنے بیٹھ سکتے ہین صاحب
نے بہت بگڑ کر کہا کہ تم کون ہو اور تمہاری حیثیت کیا ہے کہ مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرتے ہو۔ آغا صاحب نے کہا کہ
مین حضور کا ادنیٰ ملازم ہون مین نے جو کچھ آپ سے کہا وہ بہ تعمیل حکم کہا ہے۔ ریسیڈنٹ نے کہا کہ مختلف
ریاستون مین رہ چکا ہون ہمیشہ والیان ریاست کے پہلو مین بیٹھتا ہون نظام کے سامنے کبھی نہین بیٹھون گا۔
آغا مرزا بیگ کو سالارجنگ کے یہ الفاظ یاد تھے کہ اگر حکم کی تعمیل ہوئی تو مین کوئی عذر نہین کرونگا۔ یہ ڈر تھے
کہ اگر اس قصہ کو طول ہوا تو کہین ریسیڈنٹ اپنے نوکرون کے ذریعے مجھکو ہٹا نہ دین گفتگو کو وہین ختم کیا اور
جلدی سے گاڑی مین بیٹھکر کوچبان کو حکم دیا کہ ہانکے۔ آغا مرزا بیگ نے اس واقعہ کو اتنی جلدی ختم کیا کہ گاڑی روانہ
ہوگئی۔ میڈ صاحب نے اور کچھ نہ بن پڑا فوراً دوسری گاڑی مین سوار ہوکر سرکاری گاڑی کے عقب مین روانہ ہوئے
اُنکی یہ امید موہوم تھی کہ وزرا آگے گئے ہین شاید حضور کچھ دیر کے واسطے تماشہ مین شریک ہون پوری نہ ہوئی گاڑی
نے اپنا رخ شہر کی طرف سے نہ بدلا۔ یہ معلوم نہین کہ سر رچرڈ میڈ نے وایسراے کو کیا لکھا۔ مگر اس واقعہ کے بعد
ہی روز بعد پھر شہر بھر مین یہ خبر مشہور ہوئی کہ ایک نہایت تشدد کے ساتھ لاٹ صاحب نے بڑے صاحب کو حکم دیا ہے
کہ سالارجنگ کی گرفتار اور خارج البلد کرنے مین دیر نہ کیجائے۔ یہ بھی سُنا جاتا ہے کہ حکم مذکور کے آتے ہی
بڑے صاحب نے امیر کبیر کے مشورہ سے عرب اور پٹھان جمعدار (افسران فوج بے قاعدہ) کو ریسیڈنسی طلب
کیا۔ گو اسکے راز مین رکھنے کے بلیغ کوشش کیگئی تھی لیکن جمعدارون نے فوراً سالارجنگ کو خبر کی۔ وزیر نے
اُنکو ریسیڈنٹ سے ملنے کی ہدایت کی چنانچہ جسوقت یہ سب ریسیڈنسی پہونچے میڈ صاحب نہایت تپاک سے

ان سے ملے اور بعد غیر معمولی خاطر و مدارات کے انسے کہا کہ آپ لوگون کو معلوم ہے کہ سرکار انگریزی آپکے اور
آپکے ملک کی کیسی طرفدار ہی کیسے کیسے نازک وقت پر سرکار نے آپکے بادشاہ کا ساتھ دیا ہے مگر اب سرکار انگریزی کو بڑا
افسوس ہے کہ سالار جنگ جسکو ہم اپنا اور آپکا سچا دوست اور خیرخواہ سمجھتے تھے ہم دونون کا بڑا دشمن نکلا
سرکار انگریزی کو معلوم ہوا ہے کہ اگر فوراً سالار جنگ اپنی خدمت وزارت سے الگ کیا گیا اور اُسکو معقول سزا نہ
دی گئی تو حیدرآباد برباد ہوا جاتا ہے اور ریاست کے ساتھ آپ بھی تباہ ہو جاؤ گے لہذا سرکار کو آپسے امید ہے
کہ اسوقت آپ اپنی ریاست کے خیال سے ہمارا ہر طرح ساتھ دو گے سرکار انگریزی آپسے وعدہ کرتی ہے کہ جب سالار جنگ
الگ کر دیے جاوینگے تو آپ لوگون کے مناصب اور جاگیرون مین بہت اضافہ کیا جائیگا۔ جمعدارون نے اس معاملہ پر غور
کرنے کے واسطے مہلت مانگی۔ ریذیڈنٹ نے کہا آج کی گفتگو کو آپ راز مین رکھیں اس معاملہ کے طے کرنے مین دیر نہیں ہونا
چاہیے۔ اس لیے کہ اگر سالار جنگ کو خبر ہوئی تو وہ ہماری تجویز کے بے اثر کرنے کی کوشش کریگا۔ بالآخر یہ قرار
پایا کہ دوسرے ہی روز جمعدار اپنے ارادہ سے ریذیڈنٹ کو آگاہ کردین۔ ریذیڈنٹ کی گفتگو سن کر یہ وحشی عرب اور
پٹھان جنکے پاس فی کس پانچ ہزار سے لیکر پچیس تیس ہزار عرب اور پٹھانون کی فوج تھی نہایت بیچین ہوئی۔
چونکہ فرنگیون سے انکو ہمیشہ سے نفرت کلی تھی انکے دلون مین یہ خطرہ گذرا کہ ریذیڈنٹ گہری سازش کر رہے
ہین اور مسلمان ریاست کو مٹانا چاہتے ہین۔ ان سب نے سالار جنگ سے کہا کہ اگر آپ ریاست کے سچے خیرخواہ ہین
تو اپنے پیچھے ہم آپکے ساتھ ہین۔ چنانچہ دوسرے ہی روز صبح کے آٹھ یا نو بجے تمام جمعدار مسلح اپنی فوجون
کے ساتھ بندوقین چھوڑتے غل مچاتے ہوے نواب صاحب کے جلوخانہ مین گھس آئے۔ شہر بھر مین محشر بپا ہو
گیا۔ ہر شخص بکمال متفکر نتیجہ کا منتظر تہا سالار جنگ کے انتشار طبیعت فکر و تردد کی انتہا نہ تھی۔
اس واقعہ سے قبل ریذیڈنٹ کی چٹھی بایں مضمون انکے پاس آئی تھی کہ آپ مجھ سے ملجائیے ایک نہایت
ضروری امر میں آپ سے مشورہ کرنا ہے۔ سالار جنگ نے جواب دیا کہ مین نہیں آسکتا آپ خود اسیوقت آئیے
ہندوستان مین دوسرا غدر ہوا چاہتا ہے۔ ریذیڈنٹ اس واقعہ سے بے خبر نہیں تھے بتعجیل تمام مدارالمہام کے
پاس آنے جیسے ہی انکی گاڑی نواب صاحب کے مکان کے احاطہ مین داخل ہوئی عرب اور پٹھانون نے
چارون طرف سے اُسکو گھیر لیا شور و غل سے کان پھٹے جاتے تھے۔ توڑے دار بندوقین چھوڑ

او زلزلواین چکے ہی تھین - ریذ صاحب کی اُسوقت کی خوف اور پریشانی کا ضبط تحریر مین لانا ممکن نہین - گاڑی نہ پیچھے ہٹ سکتی اور نہ آگے بڑھ سکتی تھی - اگر فوراً امداد نہ پہونچتی تو معلوم نہین کہ کیا سے کیا ہوجاتا - مدارالمہام کے مصاحبین نے نہایت مشکل سے اپنے کو بڑے صاحب تک پہونچایا اور سالار جنگ کا نام لیکر وحشیون کو دور کیا - اور اپنا سینہ سپر کیے ہوے گاڑی کو آئینہ خانہ کے دروازہ تک لائے - فوراً ایک مصاحب نے انکو گاڑی سے اُتارا اور یہ کہکر کہ نواب صاحب درد پا کی وجہ سے خود استقبال کے واسطے تشریف نہین لا سکتے - ریذیڈنٹ کو اندر لے گئے - نواب صاحب نے آئینہ خانہ کے قریب کے کمرہ مین اُن سے ملاقات کی - سر رچرڈ میڈ نے ہاتھ ملاتے ہی کہا کہ نواب صاحب یہ وقت بات چیت کا نہین ہے جسطرح ہو سکے یہ خوفناک ہنگامہ فرو کیا جائے - سالار جنگ نے جواب دیا کہ اسکی نسبت مجھکو آپ سے مشورہ کرنا ہے - کرسی پر بیٹھکر اپنی طبیعت کو سنبھالیے - ہجوم فکر سے میرا خود دماغ اسقدر بیکار ہو رہا ہے کہ اپنی تنہا رائے پر مجھکو بھروسہ نہین ہے -

مدارالمہام کی پشت کی جانب علاوہ مصاحبین کے آلیفنٹ اُنکے پرائیوٹ سکرٹیری حاضر تھے آخرالذکر کو نواب صاحب نے یہ حکم دیا کہ جو الفاظ میرے اور ریذیڈنٹ کی زبان سے نکلین وہ بجنسہٖ قلمبند کیے جائین -

مابین کیا گفتگو ہوئی اور ملاقات کا کیا نتیجہ نکلا آیندہ بیان کیا جائیگا -

ذوالقدر جنگ

آئینی اصلاحات ہند

نمبر ۱

تمام عالم مین آزادی کا شور برپا تھا جمہوریت و راخوت کی قوتین خودسری اور فرعونیت کے دعویدارون
سے دست و گریبان ہو رہی تھین جنھون نے اس بیسوین صدی مین بھی نادرشاہی حکومت کی یاد تازہ
کر رکھی تھی زمانہ انھین بھی نیچا دکھلانے پر تُلا ہوا تھا - بڑی بڑی سلطنتون کے شیرازے درہم برہم ہو کر تتر بتر ہو
رہے تھے قومین اپنی کینچلیان بدل رہی تھین کہ اسی شور و ہنگامہ مین ہماری قوم نے بھی بیدار ہو کر بیچینی سے
کروٹین بدلنا شروع کین ہندوستان کے مردہ قالب مین بھی ایک تازہ روح پیدا ہوتی معلوم ہوئی اور عنفوان
شباب کی امنگین اور ارمان نکلنے کے لیے تڑپنے لگے - زمانہ موافق تھا اور ہمارے مقدر کے فیصلہ کرنے
والے اسکے تیور اور رفتار سے باخبر اور ہوشیار - غرضکہ شدید انتظار کے بعد دن دیکھنا نصیب ہوا کہ جسکے
لیے محبان وطن اور مشاہیر قوم نے تیس سال کی مسلسل کوششین صرف کی تھین اور اپنا تن من دھن قوم پر سے
نچھاور کیا تھا یعنی بالآخر دولت برطانیہ کی سرکار سے ہماری آزادی اور خودمختاری کے دعوے سچے ثابت
ہوے اور یہ اعلان شایع کیا گیا کہ برطانوی حکومت کا مقصد ہندوستان مین صرف یہی ہے کہ اسکو جلد سے
جلد آزاد اور خودمختار بنایا جائے اور پہلی منزل کی طرف فوراً قدم بڑھائے جائین - صاحب وزیر ہند بنفس نفیس
ہمارے عرض معروض سننے اور موقع پر تحقیق و تفتیش کرنے کے لیے ولایت سے ہندوستان تشریف لائے اور چھ ماہ
کے قیام کے بعد معاملات کو سمجھکر آپ نے حضور وایسرائے کے مشورے سے آئینی اصلاحات ہند کے متعلق
اپنے تجاویز قلمبند کرکے اہل ہند اور اہل برطانیہ کے روبرو پیش کین - واجب تھا کہ موقع کو غنیمت جان کر اور معاملہ
کی اہمیت کو سمجھکر قوم کیدل و یک زبان ہو کر اپنی برائی بھلائی کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرتی لیکن بدقسمتی سے یہان
کچھ ایسا تفرقہ اور الجھن پیدا ہوئی کہ بجائے اسکے کہ ہم کمر ہمت کسکر قوم کے لیے کچھ سرگرمی ظاہر کرتے آپس کی
تو تو مین مین مین مصروف ہو گئے اور فی زمانہ جتھہ بندی اور فساد جنگی کا بازار گرم ہے ایک فریق سرکاری تجاویز

کے موافق ہے تو دوسرا انکے مخالف ایک انکو غنیمت سمجھکر قبول کرنے کے لیے تیار ہے تو دوسرا ناکافی اور
ناقابل قبول کہکر نہین رد کرنے پر آمادہ ۔ غرضکہ آپس کی کشمکش اور انجمن نے قوم کی کشتی کو بھنور مین ڈالدیا ہے
اور اسوقت یہ کہنا کہ حشر کیا ہوگا بہت مشکل ہے بہرصورت بہرحال اُن لوگون کا کہ جو پہلو مین دل اور دل مین قوم کا
درد رکھتے ہین فرض ہے کہ اپنی عقل و بصیرت کے مطابق اس عقدہ کا حل کرین اور قوم کی کشتی کو منجدھار سے
نکال کر بیڑا پار لگانے کی فکر مین مصروف ہون ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ واضح کر دیا جائے کہ اس مضمون کا منشاء
یہ نہین کہ اُن تمام وجوہ اسباب سے بحث کیجائے کہ جو ۲۰ اگست کے اعلان کا باعث ہوئے اور نہ یہ ممکن ہے کہ
وہ سلسلون کے قومی لوبلے اور ارمانون کی نشو و نما کی داستان اور قوم کی کشاکش حیات کے دلچسپ سانحے
ایک مختصر سے مضمون مین قلمبند کیے جاسکین ۔ آئینی اصلاحات ہند کا خاکہ کھینچنا یا سرکاری رپورٹ پر
بالتفصیل بحث کرنا بھی ہمارا مدعا نہین کیونکہ ایک سال کے ناظرین سے یہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ روزمرہ کے
ملکی و قومی معاملات سے واقف ہون گے اور اخبارون کے مطالعہ اور کانگرس و کانفرنسون کے مباحثون نے
اُنھین کم از کم سرکاری تجاویز اصلاح کے موٹے موٹے اصولون سے واقف کر دیا ہوگا ۔ ہم خانہ جنگی کی اُن
معرکہ آرائیون مین بھی شریک نہین ہوا چاہتے کہ جو اسوقت فریق نرم و فریق گرم کے طرفدارون مین بڑے زور
شور سے ہو رہی ہین ۔ اِس مضمون کا مقصد صرف اسقدر ہے کہ اپنے منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے جو راہین
قوم جو ہمکو دو مختلف راہین بتلا رہے ہین اُنمین سے ہر ایک کے اختیار کرنے کے وجوہ و مصلحت کو فہم و فراست
کے کانٹے مین تولا جائے اور جس طرف کا پلڑا بھاری معلوم ہو وہی راہ بلاخوف و خطر اختیار کیجائے ۔ حق کی
پیروی اور اپنے ملک اور قوم کی بہبود و رفاہ کا خیال اِس امر کا مقتضی ہے کہ اس فیصلہ مین ہم حکومت
وقت کی ترچھی چتون اور اُسکی بردستیون کے خوف سے متاثر ہون اور نہ جمہور کی تلون مزاجی اور اُسکے طعنون
تشنعون سے مرعوب ۔ آخرالذکر فقرہ کے اضافہ کرنے کی ضرورت اس وجہ سے لاحق ہوئی کہ تجربہ نے ثابت
کیا ہے کہ جس طرح بے بساط اور خوشامدی طبیعتون کو حکومت وقت کی رضاجوئی کا خطرہ زیادہ پیش
لاحق ہوتا ہے اسیطرح سے اکثر وہ لوگ بھی کہ جنھین اپنی آزادی اور حب الوطنی کا غرہ ہوتا ہے جمہور کی واہ
واہ یا اُسکے مضحکہ اُڑانے کی تاب نہ لاکر اکثر حق و مصلحت سے منہ موڑ کر دانستہ یا نادانستہ قوم کے ساتھ دشمنی پر

کمربستہ ہوجاتے ہین۔ قبل اسکے کہ نفس مضمون سے بحث کیجائے یہ عرض کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام
مضمون مین ہمکو کس نقطہ نظر سے غور کرنا چاہیے کیونکہ آگے فروعی بحث اور جزوی باتون مین الجھ جانے کا خطرہ دور
ہوجاتا ہے ہر وہ فرد قوم کہ جسکو اپنے ملک اور قوم کا کچھ بھی خیال اور درد ہے اس امر کا خواہشمند اور کوشان ہے
کہ ہم خودمختار اور آزاد ہون۔ تمام وطن پرست یہ یقین بلکہ عقیدہ رکھتے ہین کہ ہم اس خودمختاری اور آزادی
کے کامل طور پر اہل اور پورے مستحق ہین اور اگر ملک کی حکومت کی تمام ذمہ داری اسوقت بھی ہمارے سر
چھوڑ دیجائے تو ہم اسکا بار بآسانی اٹھا لین گے۔

ان تمام اعتراضون کا جواب کہ جو ہماری ناقابلیت کے بارے مین کیے جاتے ہین نہایت شافی اور
کافی دیا جاچکا ہے اور اسکے اعادہ کی یہان ضرورت نہین بلکہ جہان تک کہ صرف اصولی بحث کا تعلق ہے
اس کہنے مین بھی ہمین تامل نہین کہ ہم اپنے ملک کے لیے بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ برطانیہ وہی عظمت و مرتبہ چاہتے
ہین کہ جو دنیا کی اور قومون کو حاصل ہے یا جسکی وہ خواہشمند ہین لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ کامل آزادی اور
خودمختاری کی خواہش رکھنا ایک بات ہے اور اسکو قابل عمل معیار قرار دے کر اسکے لیے عملی طور سے کوشش
کرنا قطعی دوسری بات۔ اسی طرح خودمختاری زیر سایہ برطانیہ کو اپنی سیاسی جدوجہد کا معیار قرار دینا ایک
بات ہے اور اسکے فوراً حاصل ہونے کا مطالبہ کرنا قطعی دوسری بات خواہش و خیال نہایت اچھا ہے لیکن سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اسوقت اسے پورا کرسکتے ہین یا نہین۔ وہان تک پہونچ سکتے ہین یا نہین۔ تمام قوم
نے یک زبان ہوکر مطالبہ کیا کہ کانگریس لیگ اسکیم منظور ہونا چاہیے اسپر پہلے کسی کو اختلاف تھا نہ اب ہے
سوال صرف یہ ہے کہ جب گورنمنٹ نے رد و نامنظور کردیا (اس سے بحث نہین کہ سرکار کا یہ فعل اچھا ہے
یا برا اور اسکے اعتراضات ہماری اسکیم پر کہان تک جائز ہین یا بیجا) اور اسکے بجائے دوسری اسکیم پیش کی تو
ازروئے مصلحت ملکی کیا اب آیا ہم اسکو رد و نامنظور کردین یا منظور اور قبول۔ کوئی شبہ نہین کہ سرکار اسوقت
جو کچھ ہمکو دے رہی ہے وہ ہمارے مطالبات سے کہین کمتر ہے وہ اس لحاظ سے بھی قطعی ناکافی ہے اس سے
زیادہ کے ہم واجبی طور سے مستحق ہین لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ہمہ اسکا منظور کرنا ملک کے لیے زیادہ بہتر ہوگا یا نامنظور
کرنا۔ اسکا فیصلہ کرنے کے لیے صرف اس بات کا جاننا درکار ہے کہ ہم مستقبل پر کیا نظر رکھتے ہین اور جدوجہد کی

ہمکو اپنے حقوق واپس لینے مین اُن پر ہمارا اسقدر قابو چل سکتا ہے - قومی جدوجہد و رسیاسی کشمکش مین
جن ہتھیارون کو ہم استعمال کر سکتے ہین اور جن سے ہمین اپنی قوت کا اندازہ ہو سکتا ہی انمین علاوہ معمولی
ایجیٹیشن یا عرض و معروض کے طریقہ کے پولیٹکل بائیکاٹ یا پیسو رزسٹنس بھی شامل ہے - باوصف اُن
تمام معجزون اور کمالون کے کہ جو فدائے قوم مہاتما گاندھی نے اپنی ذات بابرکات کے طفیل او رپیسو
رزسٹنس کے ذریعہ سے ہندوستان اور افریقہ مین کر دکھائے یہ کہنا بے معنی نہ تصور کیا جائیگا کہ پیسو
رزسٹنس ہندوستان کی کروڑہا آبادی کی قومی نجات کا ذریعہ نہین بن سکتی - محض اسوجہ سے کہ مسٹر گاندھی
کی سی دوسری شخصیت اسوقت ملک مین موجود ہے نہ پیسو رزسٹنس کے اصول اور اسپرٹ کے سمجھنے والے
کثیر تعداد مین - بائیکاٹ کا ہتھیار ہم ۱۹۰۵ء مین ایک دفعہ استعمال کرکے سبق حاصل کر چکے ہین کہ ہماری
کلائیان اور ہمارے بازو اُسکے چلانے اور پورا وار کرنے کے قابل نہین اور غالباً یہی وجہ ہے کہ بابو
بپن چندر پال اور مسٹر تلک نے باوصف غیر مطمئن اور رضا مند نہ ہونے کے موجودہ شورش کے زمانہ مین کبھی بائیکاٹ کا
نام نہین لیا - بلکہ مسز بسنٹ تو اخبار "کومن ویل" مین صاف طور سے لکھ چکی ہین کہ خواہ سرکاری سکیم
قابل اطمینان اور قابل منظوری ہو یا ناقابل اطمینان اور ناقابل منظوری وہ اسکو بائیکاٹ نہین کرینگی
بلکہ بدل ناخواستہ قبول کرکے اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرینگی اور اسی کے ذریعہ سے مزید
مطالبات پورے کرائینگی - قصہ کوتاہ ہمکو اس مسئلہ پر اس پہلو سے نظر ڈالنا چاہیے کہ کیا ہو سکتا ہے
کیا مصلحت ہے اور کیا اغلب - محض اسپر زور دینا کہ ہماری خواہش اور ارمان یہ ہے - شرط انصاف تو
اصولاً ہی - اور ہمارے مطالبات واجب اور برحق ہین سیاسیات مین کچھ زیادہ کام نہین آسکتا -

ابھی جو کچھ اشارتاً عرض کیا گیا اُس سے قطع نظر کرکے موجودہ صورت معاملہ کی یہ ہی کہ دونون
فریق اسپر متفق الرائے ہین کہ ہم زیر سایہ دولت برطانیہ آزادی اور خود مختاری کے خواہشمند - مستحق اور
اہل ہین - آئینی جدوجہد اسکے حاصل کرنے اور اس منزل تک پہنچنے کا راستہ ہے - بالفعل جو کچھ آزادی
اور خود مختاری ہمکو سرکاری اسکیم کی شکل مین دیجاتی ہے گو وہ ہمارے مطالبہ کے لحاظ سے قطعی ناکافی
اور اکثر صورتون مین محتاج اصلاح ہی تاہم ہم اُسکو رد اور نامنظور نہین کرتے - لہذا پیسو رزسٹنس کا

سوال اُٹھتا ہے اور نہ ہم اسے بائیکاٹ کرنے کے لیے تیار ہین ۔ یہان تک تو دونون فریق یک خیال و
یک زبان ہین فرق صرف یہ ہے کہ ایک فریق کہتا ہے کہ گو ہمارے مطالبات کے لحاظ سے یہ سکیم شافی اور
کافی نہو تاہم موجودہ صورت کے لحاظ سے یہ بہت بہتر ہے لہذا ہمکو اسے خندہ پیشانی سے منظور کرنا چاہیے ۔
اور ضروری ترمیم و اصلاح کرانے کی فکر کرنا چاہیے لیکن اگر ترمیم و اصلاح نہ بھی ہو سکے تب بھی اس قابل ہے کہ اسے
موجودہ صورت مین بھی منظور کر لینا چاہیے اور آیندہ اپنی جد و جہد جاری رکھنی چاہیے ۔ دوسرا فریق بھی اب (یعنی بعد
اسپشل اجلاس نیشنل کانگریس) اسکو رد نہین کرتا اور گو بعض لحاظ سے بہتر ہی قرار دیتا ہے لیکن اسپر مُصر ہے
کہ اسکیم اُس ہی وقت قابل منظوری ہوگی کہ جب وہ اصلاحین اور ترمیمین اسمین کر دی جائین کہ جو انکی طرف سے
پیش کی جا رہی ہین اور جو اگر منظور کر لی گئین تو اسکی صورت کو بدل کر اسے کانگریس لیگ اسکیم کا مثل بنا دینگی ۔
مختصراً فرق یہ ہے کہ گو دونون فریق اصلاح و ترمیم چاہتے ہین فریق نرم بالآخر اگر حسب دلخواہ ترمیم کرانے مین
کامیاب بھی ہو تو اسکیم کو موجودہ صورت مین قبول کرنے کے لیے تیار ہے بخلاف اسکے فریق گرم اُسی حالت
مین اسے منظور کرنے کی آمادگی ظاہر کرتا ہے جبکہ اسکے مطالبہ کے موافق اسمین ترمیم و تنسیخ ہو جائے علاوہ برین فریق
نرم جو ترمیمین چاہتا ہے وہ اسقدر بڑھی چڑھی نہین کہ جیسی فریق گرم ۔ ظاہر ہے کہ دونون مین فرق بین ہے لیکن
عجیب تماشہ کی بات ہے کہ فریق گرم کے ماننے والے معتقد اور نامی لیڈر کہ جیسے مسز بسنٹ اور مسٹر تلک جہان تک کہ
انکے خیال اور رائے کا اندازہ اخبار "نیو انڈیا" "کومن ویل" اور "مرہٹہ" سے ہو سکتا ہے یہ امر صاف طور سے
بیان کر چکے ہین کہ اگر انکی مرضی کے خلاف بغیر اس ترمیم کے بھی کہ جو وہ چاہتے ہین اسکیم کا موجودہ صورت مین ہی عمل
درآمد ہوا تو وہ ملے بائیکاٹ نہ کرینگے ۔ لہذا فرق صرف اتنا رہ جاتا ہے کہ ایک فریق تو خندہ پیشانی اور شکریہ کے
ساتھ اسکیم کو منظور کرتا ہے اور دوسرا فریق ناک بھون چڑھا کر اسکیم کو منظور کرنے کے لیے تیار ہے گو زبان سے
یہ کہنا نہین چاہتا ۔ سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر دونون مین فرق صرف اسیقدر ہے اور مانا جاتا ہے کہ فرق اس سے
زیادہ نہین تو پھر یہ تفرقہ ۔ الجھن اور رد و کد کیون ہے اور آپس کی کشمکش کو کیون طول دیا جا رہا ہے ۔ اسکا
جواب یہ ہے کہ انداز گفتگو بہت کچھ معنی رکھتا ہے اور بات کے کہنے کہنے ہی مین فرق ہو جاتا ہے اور موجودہ
معاملہ مین بھی اس طرز و انداز کا بہت اثر اسکیم کے حشر پر پڑتا ہے کہ جو دوران مباحثہ مین ثابت ہو جائے گا ہم نے

حتی المقدور دونون فریق کی پوزیشن کو صحیح صحیح بیان کر دیا اب دیکھنا ہے کہ دونون فریق اپنی اپنی پوزیشن کی حمایت مین کیا دلائل پیش کرتے مین اور وہ کہان تک اطمینان بخش ہین - فریق گرم کا خیال ہے کہ مانا کہ جو کچھ ہمکو اسوقت دیا جا رہا ہے موجودہ صورت کے لحاظ سے غنیمت اور قابل قبول سہی لیکن دنیا کے بین دین پہلو اور سیاسیات کی سب سے عنوانیون اور بے ضابطگیون کو جانتے اور دیکھتے ہوئے یہ کون سی عقل کی بات ہے کہ جو کچھ دیا جا رہا ہے آپ اسکو خوشی اور اطمینان ظاہر کر کے قبول کرین - واجب ہے کہ اپنا مطالبہ دوگنا اور چوگنا بتائین تب کہین اسقدر بھی مل سکیگا - دوسرے یہ کہ اسوقت دولت برطانیہ کو مشکلات اور پریشانیون کا مقابلہ اس پر نہایت نازک وقت گذر رہا ہے وہ کسی طرح اسکی ہمت نہ کر سکیگی کہ اپنی پریشانیون مین اور اضافہ ہونے دے - لہذا اگر ہمارا مطالبہ بڑھ چڑھ کر بھی ہوگا تو اغلب یہی ہے کہ اُسے منظور کرنا پڑے گا - تیسرے یہ کہ جمہوریت اور آزادی کے تمام اُن دعوون کے بعد کہ جو وزرا برطانیہ آغاز جنگ سے ابتک برابر کرتے رہے ہین یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہندوستان کے معاملہ مین وہ ان سب کو پس پشت ڈالدین اور صلح کی کانفرنس مین بغیر منہ کھائے سکین - اگر ہماری طرف سے محض گھبراہٹ مین ہتھیار نہ ڈالدیے گئے تو وزرا برطانیہ کو ہمارے مطالبات کے روبرو سر تسلیم خم کرنا پڑیگا - ہر معمولی سمجھ کا آدمی اس امر کا اعتراف کریگا کہ ان دلیلون مین بہت کچھ وزن ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ دلیلین اسقدر لاجواب ہین کہ جس سے ہمارا اطمینان ہو سکے -

اگر معاملہ صرف وہی فریق کے درمیان ہوتا یعنی برٹش گورنمنٹ اور ہندوستانی تب تو یہ دلیل بہت کچھ وزن رکھتی کہ جب ہم دوگنے کا سوال کرینگے تو غالباً ہمکو اتنا ہی ملیگا کہ جسکی نیت اسوقت باندھی جا رہی ہے ورنہ اسمین بھی کاٹ چھانٹ ہو جائیگی لیکن معاملہ کی موجودہ صورت یہ ہے کہ ایک طرف سے ہندوستانی یہ کہہ رہے ہین کہ یہ اسکیم ہمارے مطالبات کے لحاظ سے بہت کم ہے اور ہم اس سے کہین زیادہ کے خواستگار ہین اور اسپر ہرگز راضی نہون گے - دوسری جانب سے یہان کا اینگلو انڈین فرقہ - ولایت مین لارڈ سڈنہم کی ٹکڑی اور ان دونون کے ساتھ ڈاکٹر نائر کے پیرو یہ شور مچا رہے ہین کہ یہ اسکیم اگر عمل مین آئی تو ہندوستان کی حکومت کا طبقہ الٹ دیگی - اسکا ذکر بھی نہونا چاہیے اور بالفرض محال اگر ہندوستان کے ساتھ کچھ مراعات بھی کیے جائین تو اس سے بہت کم تر - موجودہ اسکیم کو عملی جامہ پہنانیکے لیے ضروری ہے کہ اسے ایک مسودہ قانون کی شکل مین پارلیمنٹ کے روبرو پیش

کیا جائیگا اور اسکی منظوری کے بعد ہی یہ اسکیم قانون کی شکل اختیار کر سکیگی۔ برٹش گورنمنٹ اور بالخصوص
مسٹر بین کو دو مشکلون کا سامنا ہوگا ایک طرف سے تو پارلیمنٹ مین اسکیم پر حملے ہون گے دوسری جانب سے
ہندوستانیون کا وار ہو رہا ہوگا پس ترمیم اور اصلاح تو درکنار خود اسکیم کی جان کے لالے پڑ جاینگے اور ہمارے دشمن
پارلیمنٹ مین بار بار وہی اعتراض فرماوینگے کہ جو لارڈ سڈنہم نے ابھی حال مین کہا تھا یعنی یہ کہ اسکیم کی
غرض یہ ہے کہ ہندوستانیون کے شور و فریاد کو دور کیا جائے تاکہ حکومت کی دشواریان نہ بڑھین اس اسکیم سے
ہندوستانیون کا اطمینان تو ہوتا نہین اور یہ لوگ سب اسکے خلاف ہین پھر اس سے کیا فائدہ اور اسکو ترک کرکے
طاق نسیان پر کیون نہ رکھدیا جائے یہ کہنا کہ برٹش گورنمنٹ اس صورت مخالفت سے مرعوب ہو کر اپنے اعلان
اور اپنے ارادون کو پس پشت نہ ڈال دیگی تجربہ کی حقیقت کے آگے زیادہ معنی نہین رکھتا ہے کیونکہ ٹوٹے
اور پرانی رام کہانیون سے قطع نظر کرکے حال ہی کے واقعات پر اگر نظر ڈالی جائے تو آئرلینڈ کی مثال
ہی آنکھین کھولنے کے لیے کافی ہے۔ اس بدنصیب قوم کے ساتھ کیا کیا وعدے نہ کیے گئے۔ اسنے خود
کیسی کیسی کوششین کین آئینی جدوجہد سے لیکر علم بغاوت اٹھانے تک کون سا دقیقہ باقی رکھا لیکن اسے
ہوم رول نصیب ہونا نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ دوران جنگ مین علی الاعلان یہ عہد کیا گیا کہ ہوم رول فوراً دیا جائیگا
لیکن السٹر والون کی مخالفت کارگر ثابت ہوئی اور برٹش گورنمنٹ نے یہ کہکر معاملہ کو ٹال دیا کہ کنونشن کی
سفارشون سے نیشنلیسٹ مطمئن ہین نہ السٹر والے راضی ہوتے ہین لہذا مجبوری ہے[1]۔ ان واقعات کی روشنی مین
کون کہ سکتا ہے کہ یہ خوف بیجا ہے کہ اگر سرکاری اسکیم کی دونون جانب سے مخالفت ہوئی تو یہ موقع بھی جاتا

[1] صلح کی کانفرنس مین جانے کی تیاریان ہو رہی ہین اور مسٹر لائڈ جارج کو معلوم ہے کہ آئرلینڈ کا مسئلہ بھی غالباً
وہان چھیڑا جائیگا باین ہمہ جنرل الکشن کی تیاریون کے سلسلہ مین ایک عظیم الشان عام جلسہ مین تقریر کرتے ہوئے جب
آپنے کولیشن پارٹی کے اغراض و مقاصد بیان کیے اور اسکی حمایت کی تو آئرلینڈ کے لیے ویسا ہی مبہم [illegible]
کیا کہ جب تک السٹر والے رضامند نہ ہون اور نیشنلسٹ ہرگز راضی نہین ہوتے اور اس پر یہ بھی اضافہ کیا کہ
بالفعل یہ مسئلہ معرض التوا مین رہیگا کیونکہ موقع محل نہین –

غنیمت ہے ہاتھ سے نہ نکل جائیگا دوسری دلیل یہ ہے کہ سیاسیات مین انصاف اور اصول ہمیشہ نظرانداز کردیے جاسکتے ہین اور ضرورت اور مجبوری ہی صرف کچھ کرا سکتی ہے۔ اسوقت برٹش گورنمنٹ پر نہایت نازک وقت گزر رہا ہے اسکے مشکلات ویسے ہی کیا کچھ کم ہین کہ جو وہ ہندستان مین بدعت اور بیچینی پیدا کرکر ایک نیا سوال اور مول لیگی لہذا ہم جو کچھ مانگین گے اور جسقدر دبائینگے اسوقت اُسے سب کچھ ماننا پڑیگا ہماری رائے مین جو لوگ ایسا کہتے ہین اُنھون نے برٹش کیرکٹر کا اندازہ یادہ صحیح نہین کیا ہے دوران جنگ مین اور اسنازک وقت پر ہی آئرلینڈ نے کیا کچھ نہ دبایا نہ صرف جنگ مین امداد دینے سے حتی الامکان جان چرائی بلکہ جرمنی سے سازش کرکے ایسا ہنگامہ برپا کیا کہ جس سے سلطنت کی جان کے لالے پڑجاتے۔ پریسیڈنٹ ولسن نے بھی اپنی سفارشون سے کچھ کم زور نہ ڈالا لیکن آئرلینڈ کا معاملہ طے نہ ہونا تھا نہ ہوا علاوہ برین جہانتک کہ اس دلیل کا تعلق ہے پچھلے چند ہفتون نے معاملہ کی صورت قطعی بدل دی ہے برطانیہ اپنے دشمنون پر کامل فتح حاصل کرکے اور اپنے تمام مشکلات کو دور کرکے اسوقت اپنی ہمت قوت اور خوش نصیبی پر سچا ناز کررہا ہے اور یقیناً چھوٹے چھوٹے مشکلات کو خیال مین بھی نہ لائیگا ابھی چند ہی روز ہوئے ہین کہ اخبار پاینیر نے معاملہ کے اس پہلو پر اشارہ کرتے ہوئے ہندستانی لیڈرون کو آگاہ کیا ہے کہ انکو لمبے چوڑے دعوؤن اور بڑھ بڑھ کر باتین بنانے سے باز رہنا چاہیے کیونکہ اسوقت جبکہ چار دانگ عالم مین ہماری فتح و نصرت کے ڈنکے بج رہے ہین ہمارے کانون کو دوسرون کی لنترانیان بھلی نہین معلوم ہونگی۔ اخبار پاینیر کے یہ فقرے خواہ ہمارے لیے کیسے ہی دلخراش کیون نہ ہون لیکن بہت کچھ معنی رکھتے ہین کہ جو محض ہنسکر ٹال دینے کے قابل نہین۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ آزادی اور جمہوریت کے مکرر دعوؤن اور اعلانون کے بعد بھی اگر دولت برطانیہ نے ہندستان کے مطالبون پر توجہ نہ دی اور انکو خودمختار بنانے مین تکلف کیا تو وہ صلح کی کانفرنس مین کس منھ سے جاوینگے اور اگر گئے بھی تو کیا کہینگے۔ ہماری رائے مین اس صلح کی کانفرنس والی دلیل کو واجب سے زیادہ اہمیت دیجاتی ہے۔ اول تو ہمین اس امر واقعی سے چشم پوشی نہ کرنا چاہیے کہ آزادی خودمختاری۔ جمہوریت و مساوات اخوت اور انصاف کے یہ تمام دعوی ابھی تک محض زبانی جمع خرچ سے زیادہ اصلیت نہین رکھتے اور روزمرہ کے سیاسیات مین انکا دخل ابھی بجاے نفی کے ہے۔ غالباً ان تلخ تجربون کے بعد کہ جو اہل فرنگ کو پچھلے

چار برس مین ہوئے ہین اور خود سری اور فرعونیت کے دعویدارون کے ہاتھون جو چرکے اور زخم اُنھون نے کھائے ہین اُن کا عقیدہ اور ایمان اخوت حریت اور برادری کے اصولون مین زیادہ پختہ ہو جاویگا اور آیندہ سے ان اصولون کی جھلک فرنگی سیاسیات مین اب سے زیادہ نظر آنے لگے گی لیکن اسوقت تک یہ رنگ بہت پھیکا رہا ہے اور اس پر زیادہ بھروسہ کرنا طریق دانشمندی نہین - ماسوا مشرق اور مغرب مین ان اصولون کا عملدرآمد یکسان نہین ہوتا - پھر کم از کم ہمارے گلے سے تو نہین اُترتا کہ اس عذاب نار سے ایک مرتبہ نکلنے کے بعد کہ جسمین چار برس سے اہل فرنگ بھُن رہے تھے اُن کا جوش ہمدردی ہندستان اور دوسری ایسی ہی پسماندہ قومون کے لیے اُسوقت تک اسقدر تازہ ہو کہ صلح کی کانفرنس مین تمام معاملات کا توڑ اور فیصلہ اسی پر ٹھہر کر پہلے ہندوستان کو فوراً آزاد اور خود مختار کیا جاوے - مدراس کے دجیب التنظیم بزرگ ڈاکٹر سبرامنیا آئر نے ابھی چند ہفتے گذرے کہ یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ انڈین نیشنل کانگرس کو واجب ہے کہ اپنے اجلاس دہلی مین تمام قوم کی جانب سے پریسیڈنٹ ولسن کی خدمت مین ایک عرضداشت بھیجے کہ وہ ہندوستان کی حمایت مین اپنی آواز بلند کرین - ڈاکٹر سبرامنیا آئر کی یہ خوش اعتقادی قابل تعریف ہو لیکن ہمارے جوش عقیدت کو اس سے کچھ زیادہ تقویت نہین ہوتی کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ بجز آئرلینڈ کی ایک مرتبہ کی حمایت کے صاحب موصوف و کبھی ایران و مصر کا نام زبان پر لائے نہ ہندستان کا تذکرہ کیا - آئرلینڈ کی حمایت کی حقیقت بھی اُسوقت کھل جاتی ہے کہ جب ہم غور کرتے ہین کہ امریکہ مین ہزارون آئرش ووٹ ایسے ہین کہ جنکا ہاتھ سے کھو دینا انتخاب صدارت کے مشکلات مین بجز اضافہ کر دینے کے آسانی نہین پیدا کرتا - پھر اُن جرح کے سوالات کے جواب مین کہ جنکے صلح کی کانفرنس مین کیے جانے کی امید باندھی جا رہی ہے کیا دولت برطانیہ کے وزرا کا یہ بیان کافی نہ سمجھا جائیگا کہ ہم نے ہندوستان کو جلد سے جلد آزاد اور خود مختار کر دینے کا اعلان کر دیا ہے اور اس منزل کی طرف پہلا قدم بڑھانے کی نیت باندھ لی ہے کہ جسکی تصدیق مین یہ امر پیش کیا جا سکتا ہے کہ خود وزیر ہند ہندوستان گئے اور اُنھون نے بعد کافی و شافی تحقیقات کے

اپنے تجاویز اب گورنمنٹ کے روبرو پیش کیے ہین کہ جن پر توجہ دیجاویگی۔ اگر ہندوستانیون کی تشفی اس سے نہین ہوتی اور وہ بھی مثل آئرلینڈ کے بضد ہین تو مجبوری ہے۔ الغرض ہماری راے مین صلح کی کانفرنس کے ساتھ زیادہ امیدین باندھنی آیندہ کی مایوسیون کا سامان کرنا ہے۔

اوپر کی بحث سے یہ تو صاف طور سے عیان ہوتا ہے کہ جیسے کچھ لبرل وہنا ہین انکو دیکھتے ہوے اسکی توقع رکھنا کہ ہم جسقدر بھی زیادہ ہاتھ پیر پھیلائین گے اسیقدر زیادہ ہمکو ملیگا عبث اور بیکار ہے۔ لہذا ناک بھون چڑھا کر نہین نہین کیے جانا فائدہ مند نہین ثابت ہو سکتا۔ دوسرے فریق کے خیال کے مطابق یہ اندیشہ زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ اسوقت جو کچھ مل رہا ہے اس سے بھی ہاتھ دھونے پڑین۔ اسی خیال کی بنا پر راقم الحروف کی راے مین فریق نرم کا طریق عمل زیادہ قرین مصلحت و راحن معلوم ہوتا ہے۔ اس فریق نے جو انداز گفتگو اختیار کیا ہے اسکی دو دلیلین ہین اول تو یہ کہ چونکہ تجاویز اصلاح واقعی ہماری موجودہ حالت کو بہتر بناتی اور ہم کو ایک حدتک خود مختاری اور آزادی دیتی ہین نہ صرف یہی بلکہ منزل مقصود کی جانب آیندہ کا راستہ صاف کرتی ہین لہذا ہمین انکو قبول کرنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ چونکہ اسکیم کو خطرہ درپیش ہے ہمین اسکو اس سے بچانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ پہلے آخرالذکر دلیل کو جانچیے جسوقت کہ لارڈ سڈنہم کی ٹکڑی کہ جسمین لارڈ لینسڈون لارڈ ٹڈلسٹن۔ لارڈ سلبون۔ لارڈ ہیرس۔ بلکہ خوف کیا جاتا ہے کہ لارڈ کرزن اور لارڈ ملنر کی سی زبردست ہستیان شامل ہین سرجان ہیوٹ و راینگلو انڈین فرقہ کے ذی اثر احباب مزید برآن۔ علاوہ برین ڈاکٹر نائر نے بھی ہندوستانیون کی ایک پارٹی کھڑی کر کے خود ہندوستانیون مین ایک اختلاف کی صورت پیدا کر دی ہے تو کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ یہ خوف کہ اسکیم خطرے مین ہے بیجا ہے اگر اس خوف اور اندیشہ کو صحیح مان لیا جاوے تو پھر کیا یہ کافی ہے کہ ایک جانب سے تو اسپر حملے ہو رہے ہون اور آپکی جانب سے ناک بھون چڑھا کر ایسا منھ بنایا جائے اور اس طرح گردن ہلائی جائے کہ جس سے دوست یا دشمن کسی کو یہ تمیز نہو کہ آپ کیا چاہتے ہین۔ انڈین نیشنل کانگرس کے اسپشل اجلاس کا انداز گفتگو اور

طرز عمل بالکل ایسا ہی تھا۔ نہین ضرورت اسکی ہے کہ جسوقت اسکیم پر چارون طرف سے حملے ہو رہے ہین اور مسٹر مانٹیگو ان حملون کا مقابلہ کرنے کے لیے سہارا ڈھونڈھتے ہون تو کم از کم ہندوستانیون کی جانب سے صاف صاف الفاظ مین کہا جاوے کہ ہم اس اسکیم کو قبول کرتے ہین اور اسکی حمایت کے لیے تیار ہین اور اسے رد ہونے یا معرض التوا مین پڑنے نہ دین گے۔ یہ فرض باوصف بہت سی دشواریون اور بدنامی کے آل انڈیا موڈریٹ پارٹی کی کانفرنس نے انجام دیا ہے اور اپنے وجود کی ضرورت ثابت کی ہے۔ یہی جواب ہے اُس اعتراض کا کہ جب فریق نرم اور فریق گرم مین زیادہ اختلاف نہین اور صرف انداز بیان اور طرز گفتگو کا ہی فرق ہے تو پھر یہ تفریق کیون ہے جو کچھ ابھی عرض کیا گیا اُس سے صاف ظاہر ہے کہ بات کے کہنے کہنے ہی مین کسقدر پھیر ہو جاتا ہے اور اسکا اثر کس قدر مختلف ہوتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ واقعی سرکاری اسکیم ہماری موجودہ حالت کو بہتر بناتی ہے یا نہین۔ یا جیسا کہ مسز بسنٹ۔ ڈاکٹر سبرامنیا آئر اور مسٹر تلک نے شروع شروع مین کہا تھا کہ اس سے کوئی نفع نہ ہوگا بلکہ بعض حالتون مین اندیشہ ہے کہ ہماری موجودہ حالت اور بدتر ہو جاوے اسکا بتفصیل تذکرہ انشاء اللہ آئندہ کیا جاویگا۔

کشن پرشاد کول

۲۰ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء

تنقید

اساس تعلیم مصنفہ مولوی محمد عبدالحق بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔ایف۔ٹی ایس۔ منصف لکھنؤ (الناظر پریس لکھنؤ۔ قیمت دو روپیہ)

جہان تک ہم جانتے ہین علاوہ ان درسی کتابون کے جو نارمل سکولون کے کورس مین داخل ہین۔ اساس تعلیم اردو مین پہلی کتاب ہے جسمین تعلیم کے جدید اصولون کی تشریح کی گئی ہے۔ پہلے پانچ ابواب مین جسمانی اور دماغی قوا کے حالات اور انکے متاثر ہونے اور نشو نما پانے کے طریقے درج ہین اور آخر چار ابواب مین ڈاکٹر مانٹی ساری کے طریقۂ تعلیم کا بیان ہے ڈاکٹر مانٹی ساری ایک اطالوی خاتون ہین جنھون نے فری بل کے اصولون کو ترقی دے کر اپنا نیا طریقۂ تعلیم ایجاد کیا ہے جس کے چرچے آج کل یورپ کے مدرسون مین بہت ہو رہے ہین اور عام اس سے کہ انکے ہر اصول اور ہر طریقے سے اتفاق کیا جائے ہر ہندوستانی معلم کے لیے جسکو اپنے فن کا کچھ بھی ذوق ہے انکے خیالات سے واقف ہونا لازمی ہے، ہم کو مولوی عبدالحق کا شکرگذار ہونا چاہیے جنھون نے باوجود کارہائے منصبی کی مشغولیت کے فن تعلیم کے ذخیرہ مین ایک قابل قدر کتاب کا اضافہ کیا ہے۔

انقلاب الامم مترجمہ مولانا عبدالسلام ندوی۔ دفتر دارالمصنفین اعظم گڈھ۔ قیمت ۱۲؍

مبادی علم انسانی مترجمہ عبدالباری ندوی۔ دفتر دارالمصنفین اعظم گڈھ قیمت ۱۲؍

یہ دونون کتابین دو مشہور یوروپین تصانیف کے ترجمے ہین۔ لیبان کے نام سے

اکثر اُردو دان لوگ واقف ہون گے کیونکہ اس فرانسیسی حکیم کی دو کتابین تمدن عرب و تمدن ہند اُردو مین ترجمہ ہو چکی ہین لیبان نے ایک کتاب قومون کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی پر لکھی ہے اسکا ترجمہ عربی مین سرتطور الامم کے نام سے ہو چکا ہے اس عربی ترجمہ کا ترجمہ اب مولانا عبدالسلام ندوی نے انقلاب الامم کے نام سے اُردو مین کیا ہے "مبادی علم انسانی" انگلستان کے مشہور حکیم برکلے کی کتاب "پرنسپلز آف ہیومن نالج" کا ترجمہ ہے ہم مولوی عبدالسلام صاحب اور مولوی عبدالباری صاحب اور نیز دارالمصنفین اعظم گڈھ کے مشکور ہین کہ انکی کوششون سے فرنگی حکما کی معرکۃ الآرا تصانیف اُردو مین داخل ہو رہی ہین۔ مولانا شبلی مغفور کی زندگی علمی ذوق اور علمی مصروفیت کا اعلیٰ نمونہ تھی انکی روح کو یقیناً یہ دیکھکر بھی خوشی ہوتی ہوگی کہ انکے بعد انکے شاگرد اُردو کے علم و ادب کی ایسی عمدہ خدمت کر رہے ہین۔

بچون کا اخبار - مرتبہ منشی محبوب عالم - کارخانہ پیسہ اخبار - لاہور

یہ اُردو کا ماہوار رسالہ خاص بچون کے لیے ہے اور منشی محبوب عالم کے انتظام سے شائع ہوتا ہے اسمین چھوٹے چھوٹے قصے کہانیان اور نظمین بچون کی دلچسپی کے واسطے درج ہین۔ خیال تو اچھا ہے مگر اس بات کی ضرورت ہے کہ زبان کی صحت کی طرف زیادہ توجہ کیجائے۔

ہمارے معاصرین

معارف مین ہندو ادباے فارس کا مضمون جاری ہے اس پرچہ مین فارس کے اہل لغت نویسون اور مترجمین کا تذکرہ ہے صاحب مضمون کا یہ طعنہ کہ جو ترقی فارسی مین ہندوؤن نے حاصل کی تھی وہ ہندوستانی انگریزی مین حاصل نہین کرسکے ایک حد تک صحیح ہے مگر انکا یہ خیال کہ اسکا سبب محض ہندوستانیون کی نالایقی ہے درست نہین بلکہ اسکے اور وجوہ بھی ہین مثلاً جو تسلط فارسی کو اپنے زمانہ عروج مین ہندوستان مین حاصل تھا وہ انگریزی کو حاصل نہین - جو ترقی سنسکرت کی علمی تحقیقات اور بنگالی مرہٹی گجراتی اور دوسری ہندوستانی زبانون کی انشاپردازی مین پچھلی صدی مین ہوئی ہے وہ اس بات کی شاہد ہے اسکے علاوہ انگلستان کو ہندوستان سے وہ بُعد نہین جو پچھلے زمانہ مین ایران کو تھا انگلستان مین شایع ہونے کے مہینے ہی دو مہینے بعد انگریزی کی کتابین ہندوستان مین آجاتی ہین اور ہندوستانی ان سے مستفید ہوسکتے ہین - اسی نمبر مین پروفیسر نواب علی کا مضمون " انسان اور مذہب" پر شایع ہوا ہے جو انکی زیر تصنیف کتاب "معارج الدین" سے ماخوذ ہے اور جسمین ملاحدہ کے اعتراضات کو رد کرکے مذہب کی اصلیت اور اسی کی ضرورت کو نمایان کرنے کی کوشش کیگئی ہے چنانچہ مضمون کے آخر مین پروفیسر صاحب فرماتے ہین -

" یہ .... حاشا انفعال کی زبان حال یا نالہ قلب تھا جس پر مذہب کی بنیاد قائم ہوئی اور قیامت تک قائم رہیگی "

من بہر جمعیتے نالان شدم	جفت خوشحالان و بدحالان شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من	وز درونِ من نجست اسرار من

بترمن از نالۂ مرد و زنیست / یک چشم و گوش را آن نور نیست

حقیقت یہ ہے کہ مذہب کا راز نالۂ قلب سے ظاہر ہوتا ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی نے ایک مضمون میں حریت اور آزادی کے متعلق لیبان کے خیالات کو جمع کرکے ان کی تصریح کی ہے ایشیا اور یوروپ کے آئیڈیل (معیار ذہنی) کا اختلاف اس فرنگی حکیم کی تحریر ذیل سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے

"یہ ایک نہایت افسوسناک بات ہے کہ تمدن جدید نے انسانی ضروریات کو غیر معمولی طور پر وسیع کردیا ہے اور انکے پورا کرنے کے بہت کم اسباب مہیا کیے ہیں۔ اس لیئے لوگوں سے رضا و تسلیم کا مادہ بالکل زائل ہوگیا ہے کہا جاتا ہے کہ تمدن جدید ترقی کا فرزند رشید ہے لیکن درحقیقت وہ اشتراکیت اور انارکزم کی ماں ہے جن لوگوں نے قوت ایمان کو کھودیا ہے اور یاس و حرمان نے انکے قلوب کا احاطہ کرلیا ہے وہ انہیں دونوں الفاظ کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہیں کیا ایک یوروپین جو ایک دائمی اضطراب میں مبتلا رہتا ہے اور جسکے اعصاب دماغی متزلزل ہوگئے ہیں اور جو اپنی تقدیر پر قانع نہیں ہے۔ اس مشرقی آدمی کا مقابلہ کرسکتا ہے جو راضی برضائے الٰہی ہے ان دونوں کے درمیان روحانی حالت کے سوا اور کسی چیز میں فرق نہیں ہے اس زمانہ کا سب سے زیادہ غلط خیال یہ ہے کہ انسان کی سعادت صرف خارجی اشیا کے اندر ہے لیکن یہ کسی کو نہیں سوجھتا کہ وہ خود ہمارے اندر پنہاں ہے ہمیں اسکو پیدا کرتے ہیں اور وہ ہم سے بہت الگ رہتی ہے"

اس نمبر کے شذرات میں یہ خبر شایع کی گئی ہے کہ حیدرآباد دکن میں جو یونیورسٹی قائم ہوئی ہے اسکے چارٹر میں اس بات کا خاص التزام کیا گیا ہے کہ کوئی انگریزی لفظ آنے پائے چنانچہ یونیورسٹی کے تمام مصطلحات کے لیے عربی الفاظ وضع کیے گئے ہیں۔ ہم اسکے قطعی خلاف ہیں کہ اردو یا ہندی میں خواہ مخواہ انگریزی الفاظ داخل کیے جائیں مگر اسکے ساتھ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ محض انگریزی کی جگہ عربی الفاظ قائم کردینے میں کیا خوبی ہے۔ ایک "یونیورسٹی" ہی کے لفظ کو لیجیے کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ "جامعہ" یا "وشوودیالہ" کا لفظ یونیورسٹی کے لفظ کے مقابلہ میں زیادہ مانوس اور عام فہم ہے۔ ہر زندہ زبان دوسری زبانوں سے الفاظ لیتی ہے۔ ہاں اسکا البتہ خیال رکھنا چاہیے

گر الفاظ اس شکل مین داخل ہوئی کہ جنکے قبول کرنے کی زبان مین صلاحیت ہے۔

مخزن کے اس نمبر مین ۶۴ صفحے ہیں اور ان ۶۴ صفحون مین ۱۶ مضمون ہین جسکا نتیجہ یہ ہے کہ بعض مضامین صرف دو یا تین صفحون پر ختم ہو جاتے ہیں اور یہ بات ہماری رائے مین رسالہ کی شان کے خلاف ہے۔ خاص خاص حالتون کو چھوڑکر رسائل کے لیے مناسب یہی ہے کہ اسمین مضامین کی تعداد کم ہو مگر ہر مضمون مین کسی مسئلہ پر مفصل بحث کی گئی ہو اور اسمین شک نہین ہے کہ اس نقطۂ خیال سے معارف اور الناظر کا درجہ ممتاز ہے۔ مخزن مین شاہ محمد صدیق صاحب کا مضمون "گنج شائیگان" قابل ذکر ہے اس مضمون مین مولانا آزاد مرحوم کا تتبع کرکے شاہ صاحب نے فارسی اور سنسکرت کے اتحاد کو مثالون کے ذریعہ سے ثابت کیا ہے اپنے اکثر ایسے الفاظ کو لیا ہے جو ٹھیٹ ہندی سمجھے جاتے ہین اور پھر انکی قرابت فارسی سے بیان کی ہے مثلاً

آلاؤ۔ ہندی مین بہت سی لکڑیان ایک جا سلگتی ہوئی جب مشتعل ہوتی ہین تو انکو الاؤ کہتے ہین فارسی مین یہی معنی پیدا کرتا ہے۔

زچشمان آن قدر اجگر بیارم
کہ گیتی سر بسر آلاؤ گیرد

(باباطاہر ہمدانی)

چلبلا۔ چست و چالاک

اے ز نور رائے تو خورشید بابان در حجاب
وے ز جود دست تو ابر بہاری چلبلا

(خاقانی) "

الناظر کے اس نمبر مین دو مضمون قابل ذکر ہین ایک "صنعتی و حرفتی سرگذشت ہندوستان" اور دوسرا "بازار قوم فروشی" پہلے مضمون مین مسٹر عزیز ایسوتی نے ہندوستان کی موجودہ صنعتی اور حرفتی حالت کے نقائص پر نہایت آزادانہ اور مفصل بحث کی ہے اور عام تعلیم اور نیز صنعتی اور حرفتی تعلیم کی

کمی بعض پیشہ وران صنعت و حرفت کی کجروی اور گورنمنٹ کی بے التفاتی اور یورپین فرم نوازی سے جو نقصانات ملک کو پہونچ رہے ہین انکو صراحت اور جسارت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مسٹر اسیونز کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ "اہل ہند مین ذہانت اور چابکدستی فطرۃً ضرور موجود ہے اور ہر قسم کا سامان وہ تیار کرسکتے ہین اور غیر ملکی مصنوعات کا مقابلہ بھی کرسکتے ہین بشرطیکہ انکو ویسے ہی ذرائع حاصل ہو جائین جو غیر ملکی صناعون اور اہل حرفہ کو حاصل ہین حالات موجودہ مین ان ذرائع کا حاصل ہونا جوے شیر لانے کے ہم معنی ہوگا البتہ اگر دہلی کے ایوان حکومت اور لندن کے قصر ابیض مین ہماری آواز موثر اور طاقتور بنجائے تو عقدہ حل ہو سکتا ہے۔" ناظرین کو یاد ہوگا کہ ابھی تھوڑے دن ہوے لکھنؤ مین مسلمانون کا ایک جلسہ کیا گیا تھا اور اسکی طرف سے ہز اگزالٹڈ ہائینس نظام دکن کے حضور مین "محی الملۃ والدین" کا لقب پیش کیا گیا تھا۔ "بازار قوم فروشی" والے مضمون مین اس لقب کی تجویز اور اس جلسہ کے انعقاد کا افسانہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور یقیناً دلچسپ ہے۔

کہکشان ۔ اُردو کا نیا رسالہ ہے جو لاہور سے سید امتیاز علی "تاج" کے زیر اہتمام شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اکتوبر نمبر مین ۲۰ تاریخی اور ادبی مضامین قصے اور نظمین ہین اور ان سب کے حقوق محفوظ ہین۔ ان مین ہندی شاعری (مولانا نیاز محمد خان) تلچھٹ کا مزا (خواجہ حسن نظامی) اور "اعانت مظلوم" (مولوی راشد الخیری) اپنے اپنے رنگ مین اچھے ہین۔

بہارِ سخن

غزل

حسرت موہانی

خانقہ سے تا درِ پیرِ مغان لے جائیگا — دل کہان سے لائیگا مجھکو کہان لے جائیگا
ابتو فرقت مین تڑپنا بھی نہین ممکن کہ تو — میری تاثیرِ محبت پر گمان لے جائیگا
عاشقون کے ہون گے راہِ یار مین کیا کیا ہجوم — شوق جنکو کاروان در کاروان لے جائیگا
قدر ہوگی میرے ضبطِ شوق کی اُسدم عیان — جب منا کر خود مجھے وہ جانِ جان لے جائیگا
اُنکی محفل مین جسے لے جائیگا بختِ رسا — کامیاب و کامران و شادمان لے جائیگا
عشق نقدِ دل کے بدلے حُسن کے بازار سے — مفت گویا درد کی جنسِ گران لے جائیگا
رائیگان حسرت نہ جائیگا مرا مشتِ غبار — کچھ زمین لیجائیگی کچھ آسمان لے جائیگا

نالۂ یاس

چکبست

کیا کہین کس سے کہین ہم آج کیا کہنے کو ہین — آخری افسانۂ شوقِ وفا کہنے کو ہین
جن امیدون کی لڑکپن مین ہوئی تھی ابتدا — آج اُن کی انتہا کا ماجرا کہنے کو ہین

---

* یہ نظم انجمن نوجوانان کشمیر (لکھنؤ) کے بارھوین سالانہ جلسہ مین بتاریخ ۱۵ - اکتوبر ۱۹۱۸ء پڑھی گئی تھی

بے جراب بھی نہین ہم قوم کے دکھ درد سے ‌ ‌ ‌ پہلے ہمت تھی دوا کی اب دعا کہنے کو ہین

کیا کہین کیا دورِ آخر مین ستم دیکھا کیے
بزم بھی بڑھتی گئی محفل کی ہم دیکھا کیے

وہ بھی کیا عالم تھا جب دنیا سے دل آزاد تھا ‌ ‌ ‌ اور سب بھولے تھے اک قصۂ وفا کا یاد تھا
قوم کا سودا وفا کا شوق خدمت کی اُمنگ ‌ ‌ ‌ بس نہین دو دین کے صدقہ مین دل آباد تھا
کوفت تھی ہم کو اگر گمراہ تھا بچہ کوئی ‌ ‌ ‌ ہم بھی خوش تھے گر کسی معصوم کا دل شاد تھا
تھی اسی رنگِ محبت سے امیدون کی بہار ‌ ‌ ‌ کیسے کیسے پھول تھے کیسا چمن آباد تھا

ہم یہ برسون کی محبت بھولنے والے نہین
اتنے بھائی ایک ماں کی گود نے پالے نہین

حیف یہ مجموعۂ صحبت پریشان ہو گیا ‌ ‌ ‌ بستیون مین پھول پہونچے باغ ویران ہو گیا
مل گیا اہلِ چمن کو پھر بھی خدمت کا صلہ ‌ ‌ ‌ قوم کا دامن کسی گلچین کا دامان ہو گیا
رنگِ تاثیرِ چمن بکھرے ہوئے پھولون مین ہے ‌ ‌ ‌ کیا ہوا خالی اگر صحنِ گلستان ہو گیا
ہم جہان ہین انجمن کی وضع اپنے ساتھ ہے ‌ ‌ ‌ جس جگہ پہونچے وہی عالم نمایان ہو گیا
غنچۂ احباب کی تصویر ہے سینہ کے ساتھ ‌ ‌ ‌ دل کی ہر بستی مین اک محفل کا سامان ہو گیا

نشہ سے غافل ہارے رند اور ساقی نہین
گو کہ محفل اٹھ گئی جام و سبو باقی نہین

گو کہ اگلے باغبان جنجال سے چھوٹے نہین ‌ ‌ ‌ پر ابھی اس باغ کے دیوار و در ٹوٹے نہین
انتظارِ شوق مین در پر کھڑی ہے نو بہار ‌ ‌ ‌ پیشوائی کے لیے پھل پھول گل بوٹے نہین
یاس کہتی ہے کہ جمنے کا نہین رنگِ چمن ‌ ‌ ‌ آرزو کہتی ہے اگلا سلسلہ ٹوٹے نہین

آپ اگر پیغام دین بادِ بہاری کے لیے
آئین گے اہلِ چمن پھر آبیاری کے لیے

عطر سخن

آتش

قاتل سنبھل کے تیغ لگانے سے شرم ہے — تسمہ لگا جو گردن بسمل مین رہ گیا
سبقت جو زندگی مین سکندر نے کی تو کیا — اے خضر پیچھے مرگ کی منزل مین رہ گیا

... ...

پار اُترا جو کہ غرق ہوا بحر عشق مین — وہ داغ ہے جو دامن ساحل مین رہ گیا
کافر ہے منکر اُس کی کریمی کی شان کا — خالی پیالہ کب کف سائل مین رہ گیا

سُن تو سہی جہان مین ہے تیرا فسانہ کیا — کہتی ہے تجھکو خلق خدا غائبانہ کیا
زیر زمین سے آتا ہے جو گل سو زر بکف — قارون نے راستے مین لٹایا خزانہ کیا
اُڑتا ہے شوق راحت منزل سے اسپ عمر — مہمیز کس کو کہتے ہین اور تازیانہ کیا
زینہ صبا کا ڈھونڈھتی ہے اپنی مشت خاک — بام بلند یار کا ہے آستانہ کیا
چارون طرف سے صورت جانان ہو جلوہ گر — دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا
صیاد اسیر دام رگ گُل ہے عندلیب — دکھلا رہا ہے چھپ کے اُسے دام و دانہ کیا
طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال — ہم سے خلاف ہو کے کریگا زمانہ کیا
آتی ہے کس طرح سے مری قبض روح کو — دیکھون تو موت ڈھونڈھ رہی ہے بہانہ کیا

جلتا ہے زر دشمن کے جو نامرد مدعی — رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا

صیاد گلعذار دکھاتا ہے سیر باغ — بلبل قفس میں یاد کرے آشیانہ کیا

ترچھی نگہ سے طائر دل ہو چکا شکار — جب تیر کج پڑا تو اڑیگا نشانہ کیا

بیتاب ہے کمال ہمارا دل حزین — مہمان سرائے جسم کا ہوگا روانہ کیا

یون مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے — آتش غزل یہ تونے کہی عاشقانہ کیا

بیمار عشق رنج و محن سے نکل گیا — بیچارہ منہ چھپا کے کفن سے نکل گیا

مرغان باغ آتش گل سے نہ جلا سکے — صیاد ہاتھ مل کے چمن سے نکل گیا

زنجیر کا وہ غل نہیں زندان میں اے جنون — دیوانہ قید خانۂ تن سے نکل گیا

ملا نہ سرو کو کچھ راستی میں اپنے پھل — کلاہ کج جو نہ کرتا تو لالہ کیا کرتا

نہ کرتی عقل اگر ہفت آسمان کی سیر — کوئی یہ سات ورق کا رسالہ کیا کرتا

کسی نے مول نہ پوچھا دل شکستہ کا — کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا

مزہ و منفعت بھی ہوتا تو لطف تھا آتش — اکیلے پی کے شراب دو سالہ کیا کرتا

دوسرا مجھ سا زمانے میں نہیں برگشتہ بخت — گور میں چوری کفن جاتا جو خلعت مانگتا

حسن کا افسون دکھاتا معجز روح اللہ — نقش پا تیرا ید بیضا سے بیعت مانگتا

یار کے ملنے کی ذرت آئی ہے ملتی تو میں — دو گھڑی دل کھول کر رونے کی فرصت مانگتا

رہ گئی عزت خموشی کے سبب شکوہ ہے — زہر دیتا آسمان مجھ کو جو شربت مانگتا

اے فلک کچھ تو اثر حسن عمل میں ہوتا — شیشہ اک رات تو قاضی کی بغل میں ہوتا

عید نوروز دل اپنا بھی کبھی خوش کرتے | یار آغوش مین خورشید حمل مین ہوتا

خاک مین مل کے بھی مین اسکو نہ دشمن سمجھا | گردش چرخ کو مین اک گردش دامن سمجھا

رات کو مین نے مجھے یار نے سونے نہ دیا | رات بھر طالع بیدار نے سونے نہ دیا
شام سے وصل کی شب آنکھ نہ جھپکی تا صبح | شادی دولت بیدار نے سونے نہ دیا
ایک شب بلبل بیتاب کے جاگے نہ نصیب | پہلوے گل مین کبھی خار نے سونے نہ دیا
باغ عالم مین رہین خواب کی مشتاق آنکھین | گرمی آتش گلزار نے سونے نہ دیا

کلام صاف کو اپنے جو دیکھے اسکو حیرت ہو | یہ آئینہ ہوا ہے جوہر ادراک سے پیدا
پیام مرگ سے ہوتی ہے غمگین روح کس خاطر | ملیگا خاک مین وہ جو ہوا ہی خاک سے پیدا
دعاے آتش خستہ یہی ہے روز محشر کو | بہشت خاک ہونے کی بلا کی خاک سے پیدا

کام کرتی رہی وہ چشم فسون ساز اپنا | لب جان بخش دکھا یا کیے اعجاز اپنا
سرو گڑ جائینگے گل خاک مین ملجائینگے | پانون رکھے تو چمن مین وہ سرافراز اپنا
نہ سنی یار نے اک بات سخن سازون کی | رہ گئے کھول کے منھ مفسدہ پرداز اپنا
برہمن کھولے ہی گا بتکدہ کا دروازہ | بند رہنے کا نہین کارخدا ساز اپنا
روٹھکر ملنے جو جاتا ہون تو کہتا ہے وہ شوخ | کل خفا تم سے تھے مزاج آج ہے ناساز اپنا
خبر اول و آخر نہین مطلق آتش | نہ تو انجام ہے معلوم نہ آغاز اپنا

غالب

دھمکی مین مرگیا جو نہ باب نبرد تھا
عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا

تھا زندگی مین موت کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر ہی مرا رنگ زرد تھا

تالیف نسخہائے وفا کر رہا تھا مین
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

احباب چارہ سازی وحشت نہ کرسکے
زندان مین بھی خیال بیابان نورد تھا

یہ لاش بیکفن اسد خستہ جان کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

دہر مین نقش وفا وجہ تسلی نہ ہوا
ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

ہون ترے وعدہ نہ کرنے مین بھی راضی کہ کبھی
گوش منت کش گلبانگ تسلی نہ ہوا

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجیے
ہمنے چاہا تھا کہ مرجائین سو وہ بھی نہ ہوا

مرگیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب
ناتوانی سے حریف دم عیسیٰ نہ ہوا

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین
چراغ مردہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا

بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ
سبب کیا خواب مین آکر تبسمہائے پنہان کا

نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا
قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا

نظر مین ہے ہماری جادۂ راہ فنا غالب
کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشان کا

محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے — کہ موجِ بوئے گل سے ناک مین آتا ہے دم میرا

سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ الفتِ ہستی — عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا
بقدرِ ظرف ہے ساقی خمارِ تشنہ کامی بھی — جو تو دریائے مے ہے تو مین خمیازہ ہون ساحل کا

محرم نہین ہے تو ہی نواہائے راز کا — یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا
تو اور سوئے غیر نظرہائے تیز تیز — مین اور دکھ تری مژہ ہائے دراز کا
کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز — ناخن پہ قرض اس گرہِ نیم باز کا
تاراج کاوشِ غمِ ہجران ہوا اسد — سینہ کہ تھا دفینہ گہرہائے راز کا

شب ہوئی پھر انجمِ رخشندہ کا منظر کھلا — اِس تکلف سے کہ گویا بتکدے کا در کھلا
منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہین — زلف سے بڑھ کر نقاب اُس شوخ کے منہ پر کھلا

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب — خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار تھا
کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب — دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا

جبکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا — آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا
گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی — در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا
وائے دیوانگی شوق کہ ہر دم مجھ کو — آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیران ہونا
کی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ — ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا
وائے اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب — جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

"صبحِ اُمید" کے مضمون نگار

اصحابِ ذیل نے "صبحِ امید" میں مضامین نظم و نثر لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

جناب منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی

جناب سید اکبر حسین صاحب اکبر۔

جناب مولانا سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی۔

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب۔

جناب اب ذوالقدر جنگ بہادر۔

جناب مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوی

جناب ڈاکٹر تیج بہادر سپرو ایم۔ اے۔ ایل ایل ڈی ایڈوکیٹ ہائیکورٹ الہ آباد۔

جناب آنریبل مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب چیف جسٹس حیدرآباد ہائیکورٹ۔

جناب سید سجاد حیدر صاحب۔

جناب پنڈت منوہر لال زتشی صاحب ایم۔ اے۔ پرنسپل ٹریننگ کالج ہندو یونیورسٹی۔

جناب پنڈت ہردے ناتھ کنزرو صاحب بی اے۔ بی ایس سی۔ ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی۔

جناب لالہ سری رام صاحب مؤلف خمخانۂ جاوید۔

جناب سید عبدالماجد صاحب مصنف فلسفہ جذبات وغیرہ۔

جناب پنڈت شیام ناتھ شرن ایم اے۔ ایل ایل بی۔ (آکسفورڈ) بیرسٹرایٹ لا۔

جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب۔

جناب آنریبل پنڈت جگت نرائن صاحب۔

مینیجر "صبحِ امید"